مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

Issue.No. 4 | جون ۲۰۱۰ء (June2010) جمادی الثانیہ، رجب ۱۴۳۱ھ | VOL.No. 5

زیر سرپرستی

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ بھائی درسوت
مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبد الستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ..................۱۰/روپے
سالانہ.......................۱۰۰/روپے
خصوصی...... ....۳۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت : قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

iles\A017.TIF not found. Files\A003.TIF not found. iles\A017.TIF not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے.....	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مشعل راہ		۵
ملفوظات حضرت مرشد الامت	مولانا سید رشید احمد حسنی ندوی	
سیرت نبویؐ		۸
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے پیکر	مولانا سلمان عبد الصمد ندوی، لکھنؤ	
تجزیہ		۱۰
فرقہ پرست طاقتیں امن وسلامتی.....	مولانا اسرار الحق قاسمی، دہلی	
جائزہ		۱۲
ہمارے موجودہ تمام مسائل کا صرف ایک حل	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکل	
اطلاع عام		۱۴
راہ نجات		۱۵
زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی	مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی	
اصول معاشرت		۲۳
کامیاب ازدواجی زندگی	مولانا غیاث احمد رشادی حیدر آباد	
فکر وعمل		۲۷
امت کی تشکیل نو کی ذمہ داری......	ڈاکٹر عبد الحمید اطہر ندوی، لکھنؤ	
محاسبہ		۳۰
توحید یا شرک؟..................	مولانا محمد معاویہ سعدی	
غور وفکر		۳۵
دنیا وآخرت میں گناہوں کی سخت سزا	مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی	
صبر جمیل		۴۱
حضرت ام سلمہ کا صبر	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۵
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات		۴۷
آپ کے خطوط	(ادارہ)	
پیغام		۴۸
مکتوب حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب بنام اہل مدارس ومکاتب......		

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰..................
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
¼ صفحہ //		۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہو رہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰/ روپے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔(ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (الهند)

ادارہ

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں

محمد مسعود عزیزی ندوی

آج کل جدید تعلیم یافتہ حضرات یا دانشوارانِ قوم جو ملک وملت کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں، وہ اپنی دانشمندی اور خردمندی کے زعم میں علماء کرام کو صرف بیچارے اور مسجد و مدرسہ کے مولوی ملا سے تعبیر کرتے ہیں اور قوم کی پستی، رذالت اور عدم ترقی کے ذمہ داران کو گردانتے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان ملاؤں کو کچھ پتہ نہیں، دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی یہ ابھی تک کرتا پائجامہ میں ہی الجھے ہوئے ہیں، یہ جائز اور ناجائز، حلال وحرام ہی میں الجھ رہے ہیں، یہ ابھی تک روزے نماز ہی کی باتیں کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی ہی رٹ لگاتے ہیں، سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے، لوگ چاند پر پہنچ گئے ہیں، اور یہ ابھی انہی بچکانہ مسائل میں کھوئے ہوئے ہیں، یہ بات ان ایجوکیٹیڈ اور تعلیم یافتہ حضرات کی سادگی کی ہے یا ان کی عدم فہم کی یا ان کی آوارہ طبیعت کی شرارت کی، لیکن اگر کچھ دیر کے لیے تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ ان کی سادگی یا عدم فہم کی بات ہے، مگر حقیقت میں جب جائزہ لیا جاتا ہے، حالات کے گردو پیش کو سمجھا جاتا ہے، تو یہ بات واضح طور پر مترشح ہوتی ہے کہ ان تعلیم یافتہ حضرات کی عدم واقفیت نہیں، بلکہ یہ ایک سازش، ایک اسکیم اور ایک چال ہے جو غیر محسوس طریقے سے غیروں میں نہیں بلکہ اپنوں ہی کے اندر چلی اور چلائی جارہی ہے، جو روشن خیال، اعلیٰ تعلیم یافتہ، مفکرین سمجھے جاتے ہیں ان کو آلۂ کار بنایا جارہا ہے اور وہ اپنی دانشوری کے زعم میں اندھے اور بہرے ہورہے ہیں۔

اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی امت مسلمہ کا سوادِ اعظم امت کے موجودہ علماء کرام ہی کو اپنا پیشوا و مقتدا اور اپنی ہی نہیں بلکہ قوم کی نیا کو پار لگانے والا سمجھتا ہے، اور یہ صحیح بھی ہے کہ دین اسلام کی بقاء اور اس کی نشر واشاعت کا اہم ذریعہ یہ علماء کرام ہی ہیں، ہماری قوم کے جدید تعلیم یافتہ اس کو سمجھیں یا نہ سمجھیں، مگر دشمنانِ اسلام جنھوں نے اسلام کے مٹانے پر اپنی زندگیاں کھپادی ہیں، اور اسلام اور اہل اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جنھوں نے نت نئے طریقے ایجاد کرکے ان کا تجربہ اور نفاذ کیا ہے، انہوں نے اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا ہے، اسی لیے انہوں نے علماء سے امت کا اعتماد مجروح کرنے کے لیے بہت کوششیں کیں ہیں اور کررہے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے ہماری قوم میں کچھ زرخرید علماء باطن کو اس مہم پر لگایا ہے، ان علماء سوء اور علماء باطن نے علماء حق کے لیے بڑی چال بازی سے اور بڑی ہوشیاری سے ایک ایسا محاذ تیار کردیا ہے جس سے علماء حق سے امت کا اعتماد ختم ہوجائے اور علماء سے عوام بدظن ہوجائے، جب قوم اور عوام کا اپنے علماء سے اعتماد اٹھ جائے گا تو یہ قوم شتر بے مہار اور بے لگام ہوجائے گی، پھر کوئی دین کی بات، قرآن کی بات، حدیث کی بات قابل اطمینان وقابل اعتماد

نہیں رہے گی، چونکہ جن کے ذریعہ سے یہ قرآن، یہ حدیث، یہ اسلامی تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں وہ قابل اطمینان نہیں رہیں گے، تو ان کی یہ تعلیمات، ان کا یہ پیغام بھی صحیح نہیں ہوگا اور یہ امت ایک بھول بھلیاں بن جائے گی۔

قوم کے دانشوران اور جدید تعلیم یافتہ سمجھ لیں کہ وہ اس وقت سخت غلطی پر ہیں، وہ علماء کرام سے عوام کا اعتماد مجروح نہ کریں، اور دشمن کی چال کو سمجھیں، خواہ مخواہ ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں، اس لیے کہ یہ علماء، یہ کرتا پائجامہ والے، یہ مسجد و مدرسہ کے مولوی ملا یہی دراصل اس دنیا کے حقدار ہیں، یہی قیادت وسیادت کے مستحق ہیں، جب جب بھی دنیا میں انقلاب آیا وہ انہی کی سرکردگی میں آیا، اور اب بھی دراصل کائنات کی بقا انہی کے نفس گرم سے ہے، پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کی فضیلت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں'' ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ ''بلاشبہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں'' تو اے دنیا کے نام نہاد دانشوروں اور جدید تعلیم یافتوں ہوش کرو، اللہ کا آخری رسول جن کیلئے اتنا بڑا اسٹیفکیٹ جاری کرے، تم انہی کو جھٹلانا چاہتے ہو، انہی پر سے امت کا اعتماد خراب کرنا چاہتے ہو، انہی کو نادان سمجھتے ہو، انہی کو حمقاء وسفہاء سمجھتے ہو، خبردار! تم سخت غلطی پر ہو، خبردار! تم زبردست ناانصافی پر ہو، ہوشیار باش! تم بڑی گمراہی اور نادانی پر ہو۔

امت کو صراط مستقیم کا سبق سکھانے والے، بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے والے، گم گشتہ راہوں کو راستہ دکھانے والے اور ظلم وعدوان کی گھٹاٹوپ وادیوں میں قندیل راہب اور مینارہ نور ثابت ہونے والے اور ضلالت وارتداد عن الاسلام کی سرزمین پر شمع فروزاں اور امید کی کرن بننے والے، امت کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بلا انقطاع تسلسل کے ساتھ دعوت وعزیمت، صبر واستقامت، جہاد وسرفروشی کی تاریخ رقم کرنے والے اور پوری قومی وملی تاریخ میں سردھڑ کی بازی لگانے والے یہ علماء کرام ہی ہیں، اور زندگی کے تمام مسائل میں قرآن وحدیث کی تشریح وتوضیح کرنیوالے یہ علماء کرام ہی ہیں، اور اللہ کی اس دھرتی پر ربانی علماء اور اللہ والے یہی لوگ ہیں، اس لیے کان کھول کر سن لیں جنھوں نے ان کی پگڑیوں کو اچھالا، جنھوں نے ان کی عزتوں کو پامال کیا، جنھوں نے ان کے سامنے اپنی گستاخ زبان کھولی، گستاخ قلم کو چلایا، گستاخ شمشیر کو برہنہ کیا، پراگندہ اور ناپاک خیالات کو ان کی طرف منسوب کیا، ان کی آخرت تو برباد ہوتی ہی ہے، دنیا بھی برباد ہوتے لوگوں نے دیکھی ہے، اگر نسلوں میں دین کو باقی رکھنا ہے، اگر نسلوں میں ایمان کو باقی رکھنا ہے، اگر نسلوں میں اسلام کو رکھنا ہے، تو ان علماء کا احترام کرنا ضروری ہے، یہ جس منصب پر ہیں، جس مقام پر ہیں، دنیا میں خدا اور رسول کے بعد کوئی اس مقام پر نہیں، دانشور، خردمند اور تعلیم یافتہ تو کس کھیت کی مولی ہیں، کوئی علماء کے طبقہ کا ہو کر بھی ان علماء پر کیچڑ اچھالے، اور ان سے عوام کو برگشتہ کرے، تو وہ بھی اپنی عاقبت کو خراب ہونے سے اور اپنی نسل سے دین کے ختم ہونے کو نہیں روک سکتا، ہاں اگر کوئی حضرت حسن بصریؒ اور علامہ ابن جوزیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت تھانویؒ جیسا مصلح قوم مجدد اصلاح کرے تو اور بات ہے۔

اس لئے جو نام نہاد علماء اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں وہ بھی سبق حاصل کریں اور اپنی اس طرح کی باتوں پر اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ کریں، اللہ تعالی توبہ قبول کرنیوالا اور غفور رحیم ہے۔

مشعل راہ

ملفوظات حضرت مرشدالامت

ارشادات: مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ........................ترتیب: مولانا سید رشید احمد حسنی ندوی

تعلیمات نبوی کی ضرورت:

پیغمبر اسلام کی تعلیم اور پیغام جس نے آج سے چودہ سوسال قبل انسانی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا، آج کی متمدن دنیا کے لیے بھی روشنی کا بڑا مینار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ان مسائل اور تقاضوں کے لیے جن سے آج کے انسان کو سامنا ہے، ایسی ہدایت عطا فرمائی ہے جن پر عمل کرنے سے اعتدال اور حسن خوبی کے ساتھ الجھنوں کو دور اور پیچیدگیوں کو بآسانی حل کیا جاسکتا ہے، آپ نے موجودہ زندگی کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے ایسے اصول عطا فرمائے ہیں جن کی روشنی میں زندگی کا قافلہ اپنی پیچیدہ راہ کو بآسانی طے کرسکتا ہے، اور ایک ایسا فلاحی معاشرہ تعمیر کرسکتا ہے جو مساوات باہمی ہمدردی نیک نفسی، علم دوستی اور انسانی کمالات وصلاحیتوں سے صحیح استفادہ کی صفات سے مزین ہو۔

آپ ﷺ کی آخری نصیحت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت انسانی، مساوات وتعاون اور ہمدردی کے سبق دیئے، بڑے چھوٹے کا فرق مٹایا، کمزور طبقات اور عورت کو طاقت اور عزت کا مقام عطا کیا، آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس کی تاکید فرماتے رہے، آپ نے اپنی وفات سے قبل نصیحت کے جو آخری الفاظ فرمائے ان میں ایک طرف نماز کی پابندی کی تاکید فرمائی جو کہ حق خدا ہے اور دوسری طرف انسانی ملکیت میں آنے والے انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی جو کہ انسانی اخوت کا عظیم حق ہے، آپ نے فرمایا "الصلوۃ و ماملکت ایمانکم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ آپ پر ایمان لانے والوں کا سب سے بڑا اجتماع تھا، یہ فرماتے ہوئے کہ دیکھو شاید اب میں تم سے نہ مل سکوں، اس لیے خود بھی سنو اور دوسروں تک پہنچاؤ۔

فضیلت وبرتری صرف تقوی پر ہے:

ہدایات کے اہم نقاط یہ تھے کہ دیکھو تم سب ایک آدم کی نسل سے ہو، خواہ کوئی عرب ہو یا غیر عرب، اگر کوئی کسی سے افضل وبرتر ہوگا تو صرف تقوی اور خوف خدا کی بنیاد پر ہوگا، اور دیکھو تم میں سے کسی کا کس کی جان اور اس کے مال ومتاع پر قبضہ کرنا یا ضائع کرنا اس طرح ممنوع اور حرام جس طرح ذی الحجہ کے مقدس مہینہ اور عرفہ کے مقدس دن اور مکہ کے مقدس شہر کی حرمت وتقدس کو نقصان پہنچانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی عزت وحرمت کو مذہبی عزت وحرمت کا درجہ دے کر اخوت ومساوات انسان کا وہ عظیم اعلان فرمایا جس کی مثال ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتی، آپ شاید اپنی باطنی نگاہوں سے مستقل کی دنیا اور اس کی ضرورتوں کو دیکھ رہے تھے، لہٰذا آپ انسان کو آئندہ کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے رہنمائی دے رہے تھے، آپ کالے گورے کی تقسیم ختم کر رہے تھے، انسان کے خود ساختہ چھوٹے بڑے کے پیمانوں کو توڑ رہے تھے، آپ نسلی امتیاز کی دیواروں کو گرا رہے تھے، آپ عربوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر یہ عظیم بے غرضانہ اور منصفانہ اعلان کر رہے تھے، کہ عرب کو غیر عرب پر کوئی تفوق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس میں خدا کا ڈر زیادہ ہو، ایک انسان پر دوسرے انسان کی جان ومال ویسی ہی قابل احترام ولحاظ ہے جیسی مذہبی تقدس کو رکھنے والی کوئی چیز۔

انسانوں پر حکومت صرف خدا ترس کی ہوسکتی ہے :

آپ نے انسان کوانسان پرحکومت کرنے کا حق صرف اس کی خدا ترس اور صلاحیت کی بنا پر دیا ہے، اور رنگ ونسلی علاقائی تفوق کے پیمانوں کوتوڑا ہے، آپ نے اپنے ماننے والوں کوحکم دیا کہ اپنے امیر کی اطاعت کروخواہ وہ حیثیت کے لحاظ سے غلام اور رنگ کے لحاظ سے کالا ہو، یہ وہ اعلان تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نے دیا ہوتا، اورعربوں کے دل اسلامی طاقت کے سامنے جھک نہ گئے ہوتے تو کہنے والے کی گردن اس کے پہلے لفظ پراڑا دی جاتی، یہ حقوق انسانی کا پہلا اعلان تھا جو آج کی دنیا میں اور قیامت تک آنے والی قوموں اورنسلوں کے لیے برابر روشنی کا مینار رہے گا، یہ صرف ایک اعلان ہی نہیں تھا بلکہ پوری انسانیت پرایک احسان تھا،اس کی وجہ سے آپ کے ماننے والوں میں مساوات کی غیرمعمولی روح پیدا ہوئی اور ان کی حکومتوں کی تاریخ میں ایسے وقفے بار بار آئے، آزادقوموں پرغلام نسل کے لوگوں نے بھی حکومت کی اوران کی اطاعت سے کسی نے اس بنیاد پرانکارنہیں کیا کہ وہ کم حیثیت کی نسل کے لوگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں عہد حاضر کے لیے جہاں مساوات انسانی کا یہ عظیم سبق ملتاہے وہاں مذہب اور زندگی میں مساوات وہم آہنگی کا پیغام بھی ملتاہےاور یہ پیغام بھی وہ تاریخی اورعظیم پیغام ہےجس کی مثال ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

زندگی میں دین ودنیا دونوں کی بھلائی مانگنی چاہئے:

مذہب کے سلسلے میں دنیا میں ہمیشہ یہ تصور رہا ہے کہ وہ صرف عبادت اور دنیا سے بےتعلقی پرمبنی ہے، چنانچہ مذہبیت میں ترقی کے خواہشمند کے لیے یہ ضروری سمجھا جاتا رہا ہے کہ وہ دنیا سے حاصل ہونے والی راحت ولطف کی چیزوں سے زیادہ سے زیادہ بےتعلقی اختیار کرےلیکن پیغمبراسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر یہ پیغام دیا کہ دنیا چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، دنیااور دین کوملانے کی ضرورت ہے، آپ نے خدا کا یہ کلام سنایا"قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبت من الرزق" جس کا مطلب یہ ہے کہ خدانے یہ جو اچھی چیزیں اور رزق کا سامان اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے، اس کوکون حرام کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت سنائی"ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقناعذاب النار" جس میں خدا سے آخرت میں بھلائی اورخوبی مانگنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھلائی اورخوبی بھی مانگی گئی ہے، اوراس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ رہبرانسانیت ہیں جنھوں نے دین کے ساتھ دنیا کواپنانے اوراختیار کرنے کی دعوت دی، آپ نے دین ودنیا کواس طرح ملایا کہ نہ تو دنیا کو یہ شکایت کہ اس کی حق تلفی ہوتی ہےاور نہ دین کو نقصان کہ دنیااس کوکم کرنے کے باعث بن رہی ہے۔

تقاضوں کوپورا کرنا بھی دین کا جزء ہے :

آپ نے انسان کوزندگی گزارنے کا جوطریقہ بتایا وہ انسان کی فطری اورضروری تقاضوں کی نہ صرف پوری رعایت دیتا ہے بلکہ اس کو شرعی اور مذہبی حیثیت عطا کرتا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ذات کاتم پرحق ہے، تمہارے جسم کاتم پرحق ہے، آپ نے انسان کا اپنی ذات کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا، اپنے جسم کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا، اپنے گھر والی اورگھر والوں کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا مذہب کا جزوقرار دیا اور وہ عمل جن کوانسان خالص دنیا داری کا عمل سمجھا کرتا تھا اوران میں سے بعض بعض کو بالکل مذہب کے خلاف سمجھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ان میں سے متعدد مذہب کے عمل قرار پائے۔

اسلام صرف جائز تقاضوں کو پورا کرنے کی اجازت دیتاہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اگراس روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو نظر آئے گا کہ اس میں وہ تمام ضروری چیزیں ہیں جن سے دین ودنیا کی جامعیت کا پورا ثبوت ملتاہے، آپ کی تعلیمات کی رو سے مذہب زندگی کی مجبوریوں اورضروری تقاضوں کی صرف رعایت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کواپنی آغوش میں لے لیتاہے، وہ زندگی سے صرف

یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے غیر ضروری تقاضوں اور رجحانات کو مذہب کی ہدایات کا پابند بنادے وہ دولت پیدا کرنے کو منع نہیں کرتا، صرف اس کے بڑھانے کی ہوس کو پابند کرتا ہے، وہ نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے؛ لیکن اس کے حدود بتاتا ہے، گھریلو زندگی اور آپس کے معاملات میں ضابطۂ اخلاق متعین کرتا ہے، غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت بلکہ پوری دنیا پر احسان کیا اس کو ظالمانہ اور محدود طریقہ زندگی سے نجات دلائی جس میں وہ پڑ گئی تھی کہ ایکطرف وہ اہل دنیا جن کے سامنے سوائے اپنی اغراض اور دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے ادھا دھند فائدہ اٹھانے اور لطف اندوز ہونے کی کوئی صورت نہ تھی، اور دوسری طرف اہل دین تھے جو دنیا کے معمولی بلکہ ضروری منافع سے بھی فائدہ اٹھانا صحیح نہیں سمجھتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے انسان کو مذہب اور دنیاوی زندگی کا ایک مشترک اور جامع نظام عطا کیا جس میں مذہب اور زندگی کے درمیان کوئی تضاد نہ تھا، بلکہ وہ دونوں نہایت خوبی کے ساتھ باہم ایک وحدت بن گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو احسانات:

حضرت مرشد الامت نے فرمایا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو احسانات کہ آپ نے انسان اور انسان کے فرق کو دور کیا اور مذہب اور زندگی کے مابین دوری اور اختلاف کو ختم کیا وہ بڑے احسانات ہیں جن کے ذریعہ انسانیت کو تاریخ کی ظالمانہ اقدار سے نجات ملی، اس کے لیے انسانیت پیغمبر اسلام کی جتنی زیادہ ممنون ہو کم ہے۔

میرے پیارو! ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے اس مبارک موقع پر ان احسانات کو یاد کریں اور اپنی زندگی میں آپ کی عظیم تعلیمات سے روشنی پیدا کریں۔

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

١- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ١٠/روپئے

٢- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ١٠/روپئے

٣- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ٣/روپئے

٤- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ٢٠/روپئے

٥- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ١٠/روپئے

٦- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ٥/روپئے

٧- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ٣٠/روپئے

٨- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ٢٠/روپئے۔

٩- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ٥٠/روپئے

١٠- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ٥٠/روپئے

١١- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ٥٠/روپئے

١٢- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ٨/روپئے

١٣- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ٨/روپئے

١٤- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ٨/روپئے

١٥- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ٣٠/روپئے

١٦- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر ٢٧/مضامین کا مجموعہ) ٣٠/روپئے

١٧- مکتوبات اکابر (٢٠/بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ٣٠/روپئے

١٨- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول ١٠/روپئے

١٩- خطبات عزیزی (٢٨/تقریروں کا مجموعہ)

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

سیرتِ نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے پیکر

مولانا سلمان عبدالصمد ندوی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ایک وہ بھی دور تھا جب دنیا میں ظلم وجور کا دور دورہ تھا، انسانیت ظلم وزیادتی کے دہانے پر سسک رہی تھی، انسان صرف پیاسا تھا انسانی لہو کا، ہمدردی وغمگساری، اخوت و جا نثاری، مواخات و بھائی چارگی، موانست ودلجوئی کا کیا اتا پتا، مانو سب انسانیت کے نام سے بھی نا آشنا تھیں، عورتیں کیا تھیں، مانو دل لگی، جسمانی تلذذ اور جنسی جذبات کی تسکین کیلئے ایک شئے تھی، ناچ گانے، رقص و سرور، ساز وموسیقی، شراب وکباب، قمار و جوا کے مانو سب رسیاں تھے، غیر معقول وغیر منصفانہ سلوک کا بازار گرم تھا، عہد و پیمان کا ایک جانبدارانہ ماحول تھا، ایسے پرفتن اور ناگفتہ بہ حالت میں اور ظلم کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ایک آفتاب طلوع ہوا، ایسا آفتاب جو نہ صرف اپنی گہر بار روشنی سے عرب ممالک کو بلکہ پوری دنیا کو روشن ومنور کردیا، وہ کون تھا؟ کس ذات نے یہ معرکہ سر کیا؟ وہ تھے امام الانبیاء، محبوب الکبریاء، شفیع المذنبین، سید الکونین آقاء مکی و مدنی، شہنشاہِ بطحاء، تاجدارِ مدینہ فداہ ابی وامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وہ آئیں گویا بہار آئی، غیر منصفانہ اور غیر معقول رسم ورواج کا خاتمہ ہوا، قرابتداروں سے حسنِ سلوک، حقوق کی حفاظت و تائید کا ایک درس ملا، اس عہد و پیمان کا خاتمہ ہوا جو سماجی ومعاشرتی نقطۂ نظر سے غیر معقول تھا اور جو انسانی فلاح و بہبود اور بھلائی کا ضامن تھا یہ نہ کہ صرف اسے جائز رکھا بلکہ مزید مستحکم کیا اور اسے تقویت پہنچائی، عورتوں کی عزت وناموس کے تحفظ اور اس کی شان و وقعت کو بحال کرنے کیلئے بابانگ دہل اعلان کیا "ان الرجل يقتل باالمرأة" عورت کا مقام بھی اسلامی نقطۂ نظر سے اسی طرح بلند ہے جس طرح مردوں کا، ان کی جان کی بھی وہی قیمت ہے جو ایک مرد کی جان کی کہ مقتول عورت کا قاتل مرد ہی کیوں نہ ہو، اسے بھی بطورِ قصاص قتل کیا جائے گا، الغرض مظلوموں کی دادرسی، بے بسوں کی فریادرسی، عفو ودرگزر، رحمت و مؤدت، شفقت ودلداری اور انسانیت نوازی کی آئینہ تھی ان کی زندگی، کیوں نہ ہو یہ؟ وہ صرف کسی محدود طبقہ، کسی ایک جماعت، کسی مخصوص گروہ کیلئے نبی بن کر نہیں آئے تھے بلکہ تمام جہانوں کے نبی تھے، قرآن یوں گویا ہے "وما ارسلناك الا رحمة للعالمين" اے محمد ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مختصراً سپرد قلم وقرطاس کرنا بڑا محال ہے، ان کے شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ چند صفحات پر دشوار گزار ہی نہیں بلکہ امر محال ہے، بوجہ ایں ان کی تمام خصوصیات سے قطع نظر ان کے اخلاق سے مرتب ہونے والے اثرات اوران کی اخلاقی تعلیمات پر ہی فی الوقت خامہ فرسائی کرنا مناسب معلوم پڑتا ہے؛ کیونکہ رسول اکرمؐ کی زندگی اخلاق کا جامع ترین نمونہ ہے، وہ قرآنی اخلاق کے پیکر و پرتو تھے اور انہوں نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینے میں سرگرم نظر آئیں، اسلام کے ابتدائی ایام ہیں، آپ مکہ میں تشریف فرما ہیں، حضرت ابوذرؓ نے اپنے بھائی کو اس نئے نبی کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کیلئے مکہ بھیجا، انھوں نے واپس آکر ان کی نسبت اپنے بھائی کو جن الفاظ میں اطلاع دی، وہ یہ تھے "رايتهٔ مر بمكارم الاخلاق" ان کے اخلاق کریمانہ کے سامنے شقاوت قلب انسان بھی بہ مانند موم ہوجاتا تھا۔

مذہب اسلام کے شہرہ آفاق اور عالمگیر ہونے اور تو اور بذات خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہردلعزیز ہونے میں ان کے اخلاق حسنہ کا

اہم کردار ہے، یہی وجہ ہے کہ بیشمار وہ مستشرق جنہوں نے انصاف پسندی کا دامن تھاما اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق لطیفانہ سے مرتب ہونے والے اثرات کا ادراک کیا تو نغمہ سنج ہو کر یوں رقمطراز ہوئیں۔

مشہور مستشرق سرٹوماس آر نلڈ T.W. ARNOLD اپنی کتاب ''دعوت اسلام'' THE PREACH OF ISLAM میں یوں رقمطراز ہیں:

''اسلام کے عہد اقتدار اور حکمرانی میں غیر مسلموں کے ساتھ عدل ومساوات، عفوو درگزر، تسامح اور کشادہ قلبی وفراخ دلی کا جو معاملہ کیا گیا، یورپ کی پوری تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ہے''

مشہور جرمن مستشرقہ مسز ہونکہ جو''مغرب پر اسلام کا سورج طلوع ہورہا ہے'' اور''ارحم الفاتحین'' کی مصنفہ ہے، کہتی ہے:

''مسلم فاتحین نے کبھی بھی اسلام قبول کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کیا، اس کے برعکس عیسائیوں نے نصرانیت قبول کرنے پر قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا، خصوصاً اندلس میں مسلمانوں پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے گئے''۔

ایک دوسرے پوپ میخائل سریانی کہتا ہے:

''بیزنطینی شہنشاہوں نے ہمارے مقدس کلیساؤں اور گرجا گھروں کو انتہائی بے دردی، سفاکی وظلم و بربریت و دہشت گردی سے لوٹا لیا؛ لیکن مسلمانوں کا عہد اقتدار آیا تو مسلم حکمرانوں نے ہم رومیوں کو ظلم سے نجات دلائی اور ہم کو مکمل آزادی دی کہ ہم عیسائی جس طرح چاہیں اپنے مذہب پر عمل کریں، مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہم کو امن وسکون نصیب ہوا''۔ (تاریخ مصر فی العصر البیز نطی ص:62 طبع قاہرہ)

ان حکمرانوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی اقوال وفرامین کو سرآنکھوں پر رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رسول کے اخلاقی پیکر و پرتو بن گئے، اس لئے اسلام کے سر یہ مقدس سہرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع ترین اخلاق کی وجہ سے ہی بندھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق، نوازش، کرم گستری اور تواضع میں ساری انسانیت کے امام ومقتداء تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا''ادبنی ربی فاحسن تادیبی'' میری تربیت میرے رب نے فرمائی اور بہترین فرمائی ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''ان اللّٰہ بعثنی مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال'' اللہ نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا ہے، حضرت عائشہؓ سے آپ کے اخلاق کے حوالہ سے دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا''کان خلقه القران'' یعنی آپ اخلاق میں قرآن کے مجسم نمونہ تھے، یہی وہ سید الکونین ہیں جن کے بلند اخلاق کے تئیں ضابطہ حیات قرآن یوں نغمہ سنج ہے''وانك لعلی خلق عظیم'' الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس آب وگل میں سکونت پذیر ہر متنفس کیلئے ایک درس ہے۔

❁❁❁❁❁

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

❁ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

❁ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

❁ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

❁ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

❁ مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

تجزیہ

فرقہ پرست طاقتیں
امن وسلامتی کو غارت کرنا چاہتی ہیں

مولانا اسرارالحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

ملک کو آزاد ہوئے ٦ ردہائیاں گزر چکی ہیں، اس اثناء میں کئی طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، اگر ترقی کی بات کی جائے تو ہمارے ملک نے کئی میدانوں میں حیرت انگیز ترقی بھی کی ہے، دفاعی وحربی سطح پر ملک نے کئی منزلوں کو طے کیا اور اس کی قوت میں خاصا اضافہ ہوا، اگر ٹیکنالوجی کی بات کی جائے تو ٹیکنالوجی میں بھی ہمارے ملک نے اہم ترقی حاصل کی ہے، روز بروز یہاں ماہر سائنس داں، ڈاکٹرز اور انجینئرز پیدا ہورہے ہیں، خاصی بڑی تعداد میں ہمارے ملک کے یہ ماہرین دوسرے ممالک میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں، شہروں وبستیوں کی حالت میں بڑا تغیر دیکھنے کو مل رہا ہے، مختلف یوجناؤں کے تحت گاؤں کو شہروں سے جوڑ دیا گیا ہے، مواصلات کے نظام کو دیہی علاقوں میں بھی پھیلا دیا گیا ہے، تاکہ ملک کے تمام عوام جدید سہولیات سے فیضاب ہوسکیں، تعلیم جو ہر شخص کے لیے ناگزیر ہے اور ملک وقوم کی ترقی کے لیے اہم کلید ہے اسے فروغ دینے کے لیے جدوجہد کا سلسلہ جاری ہے، گزشتہ چند دہائیوں کے اندر بہت سی یونیورسٹیاں قائم ہوئی ہیں، بہت سے کالج وادارے وجود میں آئے ہیں، پروفیشنل وٹیکنکل تعلیم کے معیاری سنیٹرز کھلے ہیں، ہنوز اس سلسلہ میں پیش رفت جاری ہے، رپورٹوں کے مطابق اگلے چند سالو ں میں مزید یونیورسٹیاں وکالجز قائم کئے جائیں گے، تاکہ ملک کی آنے والی نسلیں اپنی علمی تشنگی کو بجھاسکیں اور ترقی کی منزلوں کو طے کرسکیں۔

اس کے باوجود یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فرقہ پرستی کے سبب ملک کی امن وسلامتی کو جو خطرہ اب سے کئی صدیوں قبل تھا وہ آج بھی بدستور برقرار ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے، بلکہ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ فرقہ پرستی کا دائرہ پھیلتا جارہا ہے، کیونکہ بعض وہ مقامات جو فرقہ وارانہ فسادات سے محفوظ رہے ہیں اب وہاں بھی اس طرح کی واردات رونما ہورہی ہیں، گذشتہ چند سالوں کے دوران ہونے والی فرقہ وارانہ عصبیت پر مبنی وارداتوں کا گہرائی سے تجزیہ کرنے کے بعد اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اب اس طرح کی وارداتوں کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ منظّم انداز میں انجام دیا جارہا ہے، دوسری طرف شدت پسند گروہ کی طاقت میں بھی اضافہ ہوا ہے، جگہ جگہ ان سے وابستہ افراد کی خاصی تعداد ہے، آئے دن منظر عام پر آنے والی رپورٹوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سخت گیر عناصر کی بڑی تعداد سرکاری محکموں میں اہم عہدوں پر فائز ہے، جہاں وہ اپنی ذہنیت کے مطابق کام کرتی ہے، بہت سے پولیس اہلکار بھی اسی ذہنیت کے حامل پائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے سخت گیر گروہوں کو تخریبی کارروائیوں کے انجام دینے میں آسانی ہوجاتی ہے، گجرات فساد نے تو یہ ثابت کردیا کہ ڈی آئی جی افسران تک اس ناپاک ذہنیت سے پاک نہیں ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ انہیں سیاسی قوت بھی حاصل ہے، بی جے پی انہیں کی آلہ کار ہے اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کی معاونت کرتی ہے اور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

یہ گروہ عموماً مذہبی جذبات بھڑکانے والے ایشوز کو اٹھاتے رہے ہیں، جس کا انہیں وقتی فائدہ بھی حاصل ہوا ہے، ایڈوانی کی رتھ یاترا سے پہلے بی جے پی کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن اس یاترا نے جذبات کو

اس قدر مشتعل کیا کہ آنے والے انتخابات میں بی جے پی کو خاصی سیٹیں حاصل ہوگئیں اور ایک وقت وہ آیا جب بھاجپا نے اپنی سرکار بنالی، پھر کیا تھا سخت گیر عناصر وگروہوں کی برآئی اور انہوں نے اپنے آپ کو اور زیادہ منظّم کرنا اور اپنے آپ کو طاقتور بنانا شروع کر دیا، لیکن ملک کے عوام جلد ہی ان کی نفرت بھری سیاست سے اوب گئے اور ملک وعوام کے تحفظ کی خاطر انہوں نے اسی میں بھلائی سمجھی کہ جتنی جلدی ہو سکے فرقہ پرستی کی حمایت کرنے والی پارٹی سے نجات حاصل کر لی جائے، ۲۰۰۴ء کے عام انتخابات میں بی جے پی اوراس کی حامی جماعتوں کو شکست فاش حاصل ہوئی، انتخابات کا نتیجہ بھاجپائی لیڈران کو غور وفکر کی دعوت دیتا تھا، لیکن انہوں نے گہرائی کے ساتھ غور نہ کیا بلکہ شاید الٹا مطلب نکالا اور اگلے انتخابات کی فضا کو اپنے حق میں کرنے کے لیے جذباتی باتوں کو اٹھاتے رہے، ۲۰۰۹ء کا الیکشن آیا اور پھر بی جے پی اوراس کی حامی جماعتوں کو منہ کی کھانی پڑی، یعنی عوام نے صاف طور پر نفرت پر مبنی سیاست کو مسترد کر دیا، سیاسی مبصرین نے اس شکست کی وجہ منافرت پر مبنی سیاست کو قرار دیا۔

حیران کن امر یہ ہے کہ بھاجپائی لیڈران ہنوز اپنی حرکتوں سے باز آتے دکھائی نہیں دے رہے ہیں، اوراسی اشتعال انگیزی واقلیت دشمنی کے راستہ پر جارہے ہیں جوان کی ہار کا سبب ہے، حال ہی میں ایک خبر منظر عام پر آئی ہے کہ وشو ہندو پریشد ایک بار پھر رام مندر کا ایشو اٹھانے کے لیے منصوبہ بندی کر رہی ہے، خبر کے مطابق وشو ہندو پریشد کے سرکردہ ارکان نے اس بارے میں اجودھیا کے کیشو پورم میں پانچ روزہ میٹنگ کی جس میں یہ تجویز منظور کی گئی کہ عدلیہ میں زیر سماعت حق ملکیت مقدمہ کے برخلاف رام مندر کی حصولیابی کے لیے پورے ملک میں بھاجپا کے سینئر لیڈر لال کرشن اڈوانی کی ماضی میں نکالی گئی رتھ یاترا کی طرز پر کشمیر سے کنیا کماری تک دوسری رتھ یاترا نکالی جاسکتی ہے، خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آئندہ ۱۲/تا۱۶/ جولائی اجودھیا میں ایک اور میٹنگ کی جائے گی جس میں پروین توگڑیا، اشوک سنگھل جیسے اشتعال پھیلانے والے لوگ شرکت کریں گے، اس کے بعد ۱۵/ اگست سے ۱۶/نومبر تک پورے ملک میں رام مندر تحریک چلائی جائے گی، صاف ظاہر ہے کہ سخت گیر جماعتیں ایک بار پھر ملک کی فضاء کو فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی سے مسموم کرنا چاہتی ہیں۔

یہ صورت حال ملک کے پرامن ماحول کے لیے اچھی نہیں ہے کیونکہ اس طرح جہاں قومی یکجہتی کے خلاف صف آرائی ہوتی ہے وہیں ملک کی جمہوریت پر بھی آنچ آتی ہے اور ملک کے عوام کو عدم تحفظ سے دو چار ہونا پڑتا ہے، رام مندر کی تعمیر کے نام پر اب تک ملک کا بہت زیادہ نقصان ہو چکا ہے، مالی بھی اور جانی بھی، ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد ملک بھر میں بھڑکنے والے فسادات میں سینکڑوں جانوں کا ضیاع ہوا تھا اور اربوں کی مالیت کو نقصان پہنچا تھا، اس کے بعد بھی متعدد بار رام مندر کی تحریک کو اٹھا کر ملک میں بدامنی پھیلانے کی کوشش کی گئی، حالانکہ بابری مسجد قضیہ ابھی عدالت میں ہے پھر بھی انتشار پھیلانے والی یہ تنظیمیں عدالت کے فیصلہ کے آنے کا انتظار کئے بغیر رام مندر کی بات کر رہی ہیں، گویا کہ ان کے نزدیک نہ عدلیہ کی کوئی اہمیت ہے اور نہ ہی جمہوریت کی اور جو گروہ عناصر اس حد تک منفی سوچ رکھتے ہوں ان سے کسی طرح کی کوئی مثبت بات کی توقع نہیں رکھی جاسکتی ہے۔

رام مندر ابھیان یا گئو رکشا ابھیان چلا کر یہ سخت گیر گروہ اپنی مقبولیت میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور فرقہ پرستی کی جو تحریک ایک طویل عرصہ سے چلائی جارہی ہے اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں، ان ابھیانوں کے آڑ میں یہ گروہ اپنے حلقہ کو وسیع کرنے کے فراق میں بھی لگے رہتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے آپ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح کے ابھیانوں کی اس لیے انہیں زیادہ ضرورت محسوس ہورہی ہے، کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران لوگوں کے درمیان ان کی منفی شبیہ سامنے آئی ہے اور بہت سے لوگوں نے ان کی حقیقت کو جان کر ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اب ان کی کوشش یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مذہبی جذبات کا سہارا ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۰ پر﴾

جائزہ

ہمارے موجودہ تمام مسائل کا صرف ایک حل

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

اس وقت ہمارے ملک ہندوستان میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا خالی جاتا ہو جس میں کسی بھی ادارہ یا تنظیم کی طرف سے مسلمانان ہند کے موجودہ مسائل پر کوئی کل ہند سیمینار، کانفرنس، سمپوزیم یا مشاورتی نشست نہ ہوتی ہو، اسی طرح کوئی دن ایسا نہیں جاتا جس میں قومی سطح کے اخبار میں کسی مسلمان لیڈر، عالم دین یا ایسے غیر مسلم دانشور کا انٹرویو شائع نہ ہوتا ہو جس کو مسلمانوں سے ہمدردی ہو اور اس کی گفتگو کا محور مسلمانوں کے موجودہ مسائل اور اس کا حل نہ ہو، ان سب کا خلاصہ ہم مندرجہ ذیل مسائل کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں:

''مسلمانوں کا تعلیمی میدان میں پچھڑا پن، اقتصادی معاشی بدحالی، سرکاری ملازمتوں میں کمی، ملکی سطح پر سیاسی میدان میں کم ہونے والی نمائندگی اور پارلیمنٹ و اسمبلیوں میں ان کی گھٹتی تعداد، وقفہ وقفہ سے ہونے والے فسادات اور محکمہ پولس کی طرف سے ہونے والی ہراسانی، مسلم نوجوانوں کی آئے روز کی دھکڑ پکڑ، بے بنیاد الزامات کے ذریعہ ان کی گرفتاری، خود عدلیہ کی طرف سے مسلمانوں کے حق میں ہونے والی ناانصافی و غلط فیصلے اور ان کے عائلی مسائل یعنی پرسنل لاء وغیرہ میں آئے روز مداخلت وغیرہ وغیرہ''۔

ان سب مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ہم تھوڑی دیر کے لیے ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان سب مسائل کے پیدا کرنے میں جن لوگوں کا ہاتھ ہے وہ ہمیشہ اس طرح وقفہ وقفہ سے ہمیں پریشان کرنا اور دینی، سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدان میں ہمیشہ ہمیں زک پہنچانا چاہتے ہیں، اس کے کیا محرکات اور اسباب ہیں اور ان کی اس ذہنیت کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں؟۔

کیا اگر ہم اپنی سیاسی طاقت کے زور پر یا احتجاج کے ذریعہ حکومت وقت کو مجبور کر کے اپنے جائز مطالبات منوالیں، اپنی منصوبہ بندی کے ذریعہ ملت کی ان اقتصادی و تعلیمی کمیوں کو دور کر لیں، ہمیں اسمبلیوں میں اپنی آبادی کے اعتبار سے ریزرویشن یا الیکشن کے ذریعہ نمائندگی مل جائے یعنی ساڑھے پانچ سو ممبران پارلیمنٹ میں ۲۸؍ کے بجائے سو مسلم ممبران پارلیمنٹ پہنچ جائیں، حکومت ۲۰ فیصد ریزرویشن سرکاری ملازمتوں اور ملکی اداروں میں ہمارے لیے مختص کر دے، مسلم تعلیمی تناسب ۵۵؍ فیصد کے بجائے سو فیصد ہو جائے، مسلمان پورے ملک میں معاشی میدان میں ترقی کی آخری منزل کو پہنچ جائیں اور ہماری پسماندگی کا خاتمہ ہو جائے، پورے ملک کی جیلوں سے ہمارے مسلم نوجوان رہا ہو جائیں اور عدالتوں میں ہمارے خلاف ہونے والے تمام فیصلوں کو حکومت پارلیمنٹ میں نیا قانون بنا کر رد کر دے، غرض یہ کہ بالفرض اگر یہ ہمارے تمام معاشی، تعلیمی، سماجی، سیاسی اور دینی مسائل حل ہو جائیں تو کیا آپ کو اور ہمیں اس بات کا اطمینان رہے گا کہ ۶/۵ سال کے بعد ان فرقہ پرست ذہنیت کے حامل سرکاری افسران اور دیگر برادران وطن کی طرف سے دوبارہ ہمیں پریشان کرنے یا نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی جائے گی یا پھر کسی اور چور دروازہ سے ہمارے عائلی قوانین میں مداخلت اور نئی مسلم نسل کو ذہنی طور پر پریشان کرنے، سیاسی، تعلیمی اور معاشی میدان میں ہم کو پہلے سے زیادہ کمزور کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی؟

اس کا جواب یہی ہے کہ ہمارے ان سب مسائل کے حل ہونے کے باوجود ملک کے بڑے مناصب پر فائز ہمارے فرقہ پرست یہ برادران وطن جن کے ہاتھوں درحقیقت ملک کی زمام ہے پہلے سے

زیادہ ہمارے خلاف منصوبہ بنانے میں لگ جائیں گے اور ان کا غیظ وغضب ہمارے خلاف پہلے سے زیادہ ہو جائے گا، اس لیے کہ ان کو جس بنیاد پر ہم سے نفرت اور وحشت تھی اس کا ازالہ نہیں ہوا اور جن عوامل کی وجہ سے وہ ہم سے بدظن تھے اس کا کوئی خاتمہ نہیں ہوا، اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کسی مریض کے سر درد یا بخار کو ختم کرنے کے لیے نیم حکیم یہ نہ معلوم کرے کہ مریض اس تکلیف میں کس وجہ سے مبتلا ہے اور وہ اس کے محرکات کو جانے بغیر صرف بخار یا سر درد کا علاج کر دے، نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے دن سر درد ختم ہونے کے بعد پھر کمر میں درد شروع ہوگا، بخار کے جانے کے بعد سردی اور زکام کا آغاز ہوگا، کامیاب حکیم وہی ہے جس کو اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہ لگے کہ اس کے پیٹ کی خرابی کی وجہ سے ہی یہ سب بیماریاں اس کو لاحق ہو رہی ہیں، اس لئے اس کا صحیح علاج یہی ہے کہ پیٹ کی خرابی کا ازالہ کیا جائے تاکہ آنے والی تمام بیماریوں کا خاتمہ ہو سکے۔

اسی طرح آج ہمارا حال ہے کہ ہم مسائل کو تو حل کرنے پر اپنی توجہ مبذول کر رہے ہیں؛ لیکن یہ مسائل جن عوامل اور اسباب کی بناء پر پیدا ہوئے ہیں اس کی طرف ہمارا ذہن نہیں جا رہا ہے۔

اس ملک میں ہمارے ان سب مسائل کا جو اس وقت ہمیں درپیش ہیں اگر سنجیدگی سے تجزیہ کیا جائے تو اس کے پس پردہ صرف ایک محرک نظر آتا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے ان کے دلوں میں موجود خدشات، شبہات اور غلط فہمیاں ہیں، اگر اس پر ہم سنجیدگی سے توجہ دیں اور ایک کامیاب حکیم کی طرح اصل مرض کی تشخیص کرتے ہوئے اس کے ازالہ کی کوشش کریں تو سرے سے ہمارے ان سب مسائل ہی کا خاتمہ ہو جائے، اس لیے کہ عالمی سطح پر اس وقت ناگفتہ بہ حالات کے باوجود دعوتی اعتبار سے دیگر خطوں بلکہ اکثر مسلم ممالک کے مقابلہ میں ہندوستان کے حالات نہ صرف غنیمت بلکہ بہت بہتر ہیں جس کی ہمیں قدر کرنی چاہیے اور دعوتی نقطۂ نظر سے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے، اس لئے کہ اب بھی الحمدللہ برادران وطن کی اکثریت اسلام کے تعلق سے بدظن ہونے سے محفوظ ہے اور ہماری تھوڑی سی کوشش سے ہی اسلام کے حق میں اس کے اچھے اثرات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔

ہمیں جسم کی مختلف ظاہری بیماریوں کا علاج کرنے کے بجائے بدن میں پنپنے والے اس مرض کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہئے جس کی وجہ سے آئے دن نت نئے امراض کی طرح امت مسلمہ کے سامنے اس طرح کے مسائل آ رہے ہیں، ہمیں حکمت عملی، خیرخواہی اور ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ اپنے برادران وطن تک اس دعوت کو پہنچانا چاہئے جس میں خود ان کی ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی مضمر ہے۔

جدید ترقیات کی روشنی میں اسلام کی حقانیت وابدیت کو ثابت کرنا اس وقت جتنا آسان ہے ماضی کی تاریخ میں کبھی اتنا آسان نہیں تھا، اسی طرح ہمیں دعوت کے میدان میں جدید وسائل واسباب کا بھی شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھرپور استعمال کرنا چاہئے اور اپنے ان برادران انسانیت تک بھی توحید ورسالت اور آخرت کے دلائل پہنچانے چاہئے جو کسی وجہ سے نہ ہمارے پاس آ رہے ہیں اور خاص حالات کی وجہ سے ہم بھی ان تک نہیں پہنچ پا رہے ہیں، آپ کہیں گے کہ نہ ہم ان کے پاس جا سکتے ہیں اور نہ وہ ہمارے پاس آ رہے ہیں پھر ان تک اپنی بات پہنچانے کا کونسا طریقہ رہ جاتا ہے، ہم نے اعزاز دے کر اپنا پیغام سنانے کے لئے اپنے جلسوں میں ان کو مدعو کیا، وہ نہیں آئے، ہم نے ان تک قرآن پہنچانا چاہا، انہوں اس کو قبول نہیں کیا، ہم نے پیام حق ان کو سنانا چاہا، وہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوئے لیکن آپ کے ان سب دلائل کے باوجود ہمیں اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں ہم ان کے پاس گئے بغیر بھی ان تک اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں، ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی اسلام کی حقانیت ان کی نظروں سے گذار سکتے ہیں اور غیر محسوس طریقہ پر بھی اللہ کا پیغام ان کو سننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، مثلاً ایک نئی جگہ ہم دوکان لگاتے ہیں، کیا دوکان کے نہ چلنے پر دو تین ماہ کے اندر ہی اپنی دوکان بند کر دیتے ہیں؟ نہیں بلکہ ہم واقعی اگر تاجر ہیں تو پہلے مرحلے میں یہ سوچتے ہیں کہ ممکن

ہے اسٹاف نااہل ہیں، پہلے اس کو تبدیل کیا جاتا ہے، پھر بھی فائدہ نہیں ہوتا تو سوچتے ہیں شاید دوکان کا باہری منظر اور اندر کا فرنیچر گاہکوں کو ترغیب دلانے میں ناکام ہے، اس کو بھی تبدیل کرتے ہیں، پھر بھی گاہک نہیں آتے تو دوکان کا آئیٹم یعنی سامان ہی بدل دیتے ہیں، سال بھر کی کوششوں کے باوجود بھی جب مثبت اثرات نظر نہیں آتے تو دوکان ہی کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردیتے ہیں، ان سب کوششوں کا بھی جب اثر نظر نہیں آتا تو جدید اور نئے تشہیری اسباب اختیار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن وہ آجاتا ہے کہ رزاق حقیقی آپ کے صبر وتحمل سے خوش ہوکر کاروبار میں اتنی ترقی سے نوازتے ہیں کہ آپ خود حیرت میں رہ جاتے ہیں۔

لیکن افسوس ہمارا یہی دماغ جو تجارت میں نت نئے تجربات کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے دعوت کے میدان میں پرانے تجربات کے علاوہ کچھ نئے تجربات اور حکمت کے ساتھ اس میدان میں کچھ نئے اسباب کو اختیار کرنے کے متعلق سوچنا بھی گوارہ نہیں کرتا، اگر تجارت کی طرح ہمارا دل و دماغ بھی دعوت کے میدان میں استعمال ہونے لگے تو چند ہی سالوں میں ہمارے اس ملک کی جو فضا ہوگی وہ نہ صرف مسرت آمیز بلکہ حد سے زیادہ خوش کن ہوگی، برادران وطن کی نئی نسل کو جو اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہے ابھی سے منصوبہ بندی کے ساتھ اسلام سے قریب کرنے کی کوشش کی جائے تو صرف دس سال کے بعد اس برصغیر کی اسلام کے حق میں جو پرامن فضا ہوگی وہ تصور سے زیادہ حیرت انگیز ہوگی، اپنے اس دعوتی فریضہ کی ادائیگی کے بغیر ہمیں اس ملک میں اپنے برادران وطن کی طرف سے اپنے اوپر ہونے والے ناگہانی مظالم کے باوجود اللہ تعالی کی مدد و نصرت کی امید نہیں رکھنی چاہئے، اس لئے کہ انسانوں کی نظروں میں تو وہ ظالم اور ہم مظلوم ہیں لیکن ان تک اسلام کی دعوت اور توحید کا پیغام نہ پہنچانے کی وجہ سے اللہ تعالی کے پاس وہ مظلوم اور ہم ظالم ہیں اور اس دعوتی فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کی تلافی کے بغیر ہم اللہ رب العزت کی مدد کے مستحق نہیں بن سکتے۔ ❁❁❁

اطلاع عام

خانقاہ رحیمیہ رائے پور اور بزرگوں کے حالات سے واقفیت رکھنے والے اہل علم حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ خانقاہ رائے پور کے عالی مقام بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ (جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے شیخ ہیں) کی کوئی مستقل سوانح یا سیرت لکھی ہوئی نہیں ہے جس کی فکر بہت سے حضرات اکابر کو ہے، خاص طور سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کو اس سلسلہ میں بہت زیادہ فکر تھی، اس لیے انہوں نے راقم آثم محمد مسعود عزیزی ندوی کو حکم فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی سوانح حیات لکھو، اس لیے جو بھی اہل علم حضرات حضرت شاہ صاحب سے متعلق کچھ معلومات رکھتے ہوں یا کوئی مضمون لکھ سکتے ہوں، یا حضرت شاہ صاحب اور ان کی دینی و اصلاحی خدمات اور ان کے خلفاء وخانقاہ رائے پور سے متعلق معلومات فراہم کرسکتے ہوں، ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ بذریعہ فون، فیکس، ڈاک یا ای میل سے معلومات فراہم فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ وقیع اور اہم ہوسکے۔

المعلن

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)
Mob:09719831058, Pho: 0132.2775452
فیکس: 0132-2647149
Email:masood_azizinadwi@yahoo.co.in

راہ نجات

زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۲۱/جنوری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا تھا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا رہا ہے۔

چھوٹی سی زبان:

آپ سبھی حضرات کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے جسم کا ایک اہم حصہ زبان ہے، اس لیے آج زبان کے سلسلہ میں گفتگو کی جائیگی؛ کیونکہ "جِرْمُهٗ صَغِيْرٌ وَ جُرْمُهٗ كَبِيْرٌ" یہ زبان دیکھنے میں تو چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے؛ لیکن جرم کیا کیا کر دیتی ہے، بڑے بڑے، تو ہم چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی کے اعمال اسی سے شروع کریں، کیونکہ جب ہمارا زبان پر کنٹرول ہو جائے گا تو بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔

پکا او رسچا مسلمان کون؟

زبان کی حفاظت انسان کی زندگی میں بہت اہم ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" کہ سچا پکا مسلمان وہی ہے جس کی زبان، جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، یعنی اس کی زبان سے، اس کی دست درازی سے، اس کی غلط باتوں سے، اس کے غلط الفاظ سے لوگ محفوظ رہیں، اس کی زبان کے شر سے لوگ محفوظ رہیں، اگر یہ چیز اس کے اندر ہے، تو وہ پکا سچا مسلمان ہے اور جس کو اپنی زبان پر کنٹرول نہیں ہے، اس کے کئی نقصانات ہیں، ایک تو یہ کہ زبان کی حیثیت ایک چمچے کی ہے اور دل کی کیفیت ہانڈی کی ہے، تو چمچہ سے وہی آئے گا جو کچھ ہانڈی میں ہوگا، تو ہمارا جسم بحیثیت ہانڈی کے ہے، بحیثیت ایک بڑی ڈیگچی یا ایک بڑے برتن کے ہے، اور ہماری زبان چمچہ ہے اور چمچہ سے وہی نکلے گا جو ہمارے دل کے اندر ہوگا، زبان کی حیثیت اس اعتبار سے بہت اہم ہے، تو جس کے شر سے، جس کی شرارتوں سے، جس کی بدکلامی سے لوگ محفوظ رہیں، ایسا مسلمان پکا اور سچا مسلمان ہے، آدمی زبان سے گفتگو کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے، بعض مرتبہ وہ گفتگو کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ خوش اخلاق ہے، اچھا انسان ہے، اور زبان سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ آدمی کیسا ہے؟ بد اخلاق ہے، اس کی زبان کنٹرول میں نہیں ہے، زبان ایک اہم ذریعہ ہے انسان کی زندگی کو سمجھنے کا، انسان کی زندگی پر کنٹرول کرنے کا، اگر زبان کی حفاظت ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ زندگی مامون ہوگئی۔

زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من يضمن لي مابين لحييه ومابين رجليه أضمن له الجنة" کہ تمہارے جسم کے اندر دو چیزیں ہیں، اگر تم ان دونوں کی ضمانت لے لو، تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا "مابين لحييه ومابين رجليه" ایک تو وہ زبان ہے جو انسان کے جبڑوں کے درمیان ہے، دوسرے وہ جو انسان کے دونوں رانوں کے درمیان ہے، اور وہ شرمگاہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دو چیزوں کی ضمانت لے لو یعنی ان دونوں چیزوں کو غلط جگہوں پر استعمال نہ کرو، تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

سب سے اچھی اورسب سے بری چیززبان هے:

آپ لوگوں نے لقمان حکیم کا نام سنا ہوگا، بہت بڑے حکیم گزرے

ہیں، حکیم صاحب جب اپنے مالک کے یہاں کام کرتے تھے، تو مالک نے ایک دن کہا بھائی لقمان! بکری ذبح کرواوراس میں جوسب سے اچھی چیز ہے وہ مجھے پکا کر کھلاؤ، حکیم صاحب نے حکم کے مطابق بکری ذبح کی اور زبان پکا کر پیش کی، مالک نے بہت لطف لے کر کھایا، پھر دوسرے دن مالک نے کہا بھائی لقمان! بکری کے اندر جو سب سے بری چیز ہوتی ہے اس کو پکا کر لاؤ، تو حکیم صاحب دوسرے دن بھی زبان پکا کر لے گئے، مالک زبان دیکھ کر حیران ہوگیا اور کہا کہ کل بھی وہی چیز پکا کر لایا تھا اور آج بھی وہی پکا کر لایا، کیا چکر ہے؟ تو حکیم صاحب نے بتلایا کہ دیکھئے جسم میں سب سے اچھی چیز زبان ہے اور سب سے بری چیز بھی زبان ہے، اگر زبان پر کنٹرول ہے تو زبان سب سے اچھی چیز ہوئی، اور اگر زبان پر کنٹرول نہیں ہے، تو زبان سب سے بری چیز ہوئی۔

اگر زبان سے کسی کو گالی دے دی، تو دو تھپڑ لگا دے گا، اسی زبان سے اگر دشمن کے سامنے پیار سے پیش آئے تو دشمن موم ہو جائے گا، اگر اچھے اخلاق سے، محبت سے اس کے ساتھ پیش آئے تو یہ زبان اس کو آپ کا دوست بنا دے گی، اسی لیے انہوں نے یہ پیش کیا کہ انسان کے جسم میں سب سے اچھی چیز زبان ہی ہوسکتی ہے اور سب سے بری چیز بھی زبان ہی ہوسکتی ہے، اسی لیے اس کی تاکید کی گئی ہے۔

زبان کا ایک ایک لفظ لکھ لیا جاتاہے:

خود قرآن کریم میں اللہ تبارک تعالی نے ارشاد فرمایا کہ "مایلفظ من قول الالدیه رقیب عتید" کہ انسان جو بھی بولتا ہے، جو بھی لفظ زبان سے نکالتا ہے، تو لکھنے والے فرشتے رجسٹر میں فوراً لکھ لیتے ہیں، سچی بات بولی تو سچوں کی لسٹ میں نام لکھ دیا، جھوٹی بات بولی تو جھوٹوں کی لسٹ میں لکھ دیا، زبان ذراسی ہے مگر انسان کو ادھر سے ادھر کرا دیتی ہے، یہی اچھوں میں شمار کرا دیتی ہے اور یہی بروں میں شمار کرا دیتی ہے، انسان کا جتنا زبان پر کنٹرول ہوگا جتنی سچائی اس کے اندر ہوگی اتنا ہی اس کا وقار اور اس کی عزت ہوگی۔

مومن جب وعدہ کرتاہے تو اس کو پورا کرتاہے:

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طاقت کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا، ایک دفعہ جنگ ہوئی، تو ایک شہزادہ گرفت میں آیا اور اس کو پکڑ کر پیش کیا گیا، جس نے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا تھا، جب پیش کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے قتل کا حکم جاری کر دیا کہ پھانسی دیدی جائے، اس زمانے میں بھی یہی قانون ہوتا تھا، اور ہر زمانہ میں رہا ہے کہ جو بڑا مجرم ہوتا ہے، اس کو سزائے موت پھانسی کی شکل میں دی جاتی ہے، قتل کے وقت یا پھانسی کے وقت مجرم کو یہ پیش کش کی جاتی ہے کہ تمہاری جو آخری تمنا ہو بتلا دو، آپ کو کسی سے کوئی بات کہنی ہے یا کسی سے بات کرنی ہے، وہ عرض کرو، پوری کی جائے گی، حالانکہ اس کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے، پانچ منٹ دومنٹ کا ٹائم دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تو ہم نے تمہارے لیے پھانسی کا حکم جاری کر دیا، تم بتلاؤ کہ تمہاری آخری تمنا کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میری آخری تمنا یہ ہے کہ مجھے پانی کا ایک گلاس دے دو، پانی کا گلاس جب پیش کیا گیا، تو شہزادہ لے کر اس کو دیکھنے لگا، حضرت عمر نے پوچھا تم آخر کیوں نہیں پی رہے ہو، اس نے جواب دیا میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں میں اس کو منھ لگاؤں اور آپ کا جلاد فوراً میری گردن اڑا دے، اس لیے نہیں پی رہا ہوں، میں کانپ رہا ہوں، میں ڈر رہا ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک تم یہ پانی نہیں پی لوگے تب تک ہم جلاد کو حکم نہیں دیں گے کہ تمہاری گردن اڑائے، شہزادہ چونکہ چالاک تھا، فوراً اس نے پانی زمین پر ڈال دیا اور کہا کہ حضرت آپ مجھ کو قتل نہیں کر سکتے ہو کیونکہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تم اس پانی کو نہ پی لوگے تب تک تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا، تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے، ہم اپنے وعدہ پر قائم ہیں، اپنی زبان پر قائم ہیں، ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے، جاؤ ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں اور تم آزاد ہو۔

دین کی سچائی کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا:

شہزادہ نے کہا کہ حضرت جس دین کے اندر اتنی سچائی ہو کہ زبان کا اتنا پاس ولحاظ کیا جاتا ہے، اس دین پر میں ایمان لاتا ہوں، اور میں مسلمان ہوتا ہوں، یہ ہے سچائی کا نتیجہ کہ ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہوگیا، تھوڑی دیر کے لیے تو مسلمانوں کو برا معلوم ہوا کہ دشمن اسلام بڑی مشکل سے تو قبضہ میں آیا تھا، آج بھی یہ بچ گیا، مگر وہ مسلمان ہوگیا، اس سے بعد میں پوچھا گیا کہ آخر تو نے اس طرح کیوں کیا اور اسلام کیوں قبول کیا؟ تو اس نے کہا کہ میرے دل میں اسلام کی محبت تو پہلے ہی بیٹھ گئی تھی، مگر پہلے میں نے اسلام اس لیے نہیں قبول کیا، میں کلمہ اس لیے نہیں پڑھا تھا کہ لوگ کہتے کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کر رہا ہے، مسلمان ہو رہا ہے، میں نے یہ حیلہ، یہ تدبیر، یہ چالا کی اس لیے کی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ شہزادہ ہو کر موت کے ڈر سے مسلمان ہوگیا، پانی میں نے اسی لیے منگوایا تھا، اور میں نے یہ چال چلی تا کہ کسی کو ذرہ برابر احساس نہ ہو کہ شہزادہ موت کے ڈر سے مسلمان ہوگیا، مجھے چونکہ معلوم تھا کہ امیر المومنین اپنی زبان کے پکے ہیں، اس لیے جب میں آزاد ہوگیا تو اسلام کا اعلان کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ زبان کتنی اہم چیز ہے، انسان کی زندگی میں اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے، اور کیسے کیسے نتائج نکل سکتے ہیں، زبان کی سچائی نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا کہ ایک شہزادہ جو اسلام کا دشمن تھا، اسلام کو نقصان پہنچاتا تھا، وہ اسلام کی آغوش میں آ گیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس شہزادہ کو جنرل فوجی بنا دیا اور بعض چیزوں میں اس سے مشورہ لیتے تھے اور اپنی کابینہ کا ممبر بنا دیا، اپنا مشیر کار بنالیا، اپنے کاموں میں اس سے مشورہ طلب کرتے تھے، یہ ہے زبان کی اہمیت، خود سچ بولے اور سچائی پر قائم رہے، تو اسی سے وہ اتنا بڑا مسلمان بنا کہ اس کو حضرت عمر نے مشیر کار بنالیا اور یہاں تک کہ اس سے مشورہ کرتے تھے، زبان کی سچائی کی تاثیر یہ ہوتی ہے، تو ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں۔

اچھی زندگی کا مدار زبان کی صحت پر ہے:

ہماری زندگی کا دارومدار زبان پر ہے، زبان اگر قبضے میں ہے تو ہر چیز سے ہماری حفاظت ہوگی، مثلاً اگر ہم صحیح بولیں گے تو ہمیں کوئی نہیں ٹوکے گا، اگر اپنے محلے میں، اپنے معاشرے میں، ہماری زبان سے سچ نکلے، صحیح بات نکلے اور کسی کا دل نہ دکھے، کسی کو گالی گلوچ نہ دے، تو سب ہماری عزت کریں گے کہ بھائی یہ صحیح اور سچا آدمی ہے، سچ بولتا ہے، اس کی زبان سے ہم نے آج تک گالی نہیں سنی، اس کی زبان سے آج تک جھوٹ نہیں سنا، اس کی زبان سے ہم نے آج تک کوئی بدتمیزی کا لفظ نہیں سنا، یہ بہت اچھا آدمی ہے، ایسا ہی ہونا چاہئے، اس کی بہت پیاری زبان ہے اور جس کی زبان سے گالی گلوچ، بدکلامی، بری بات نکلے تو آدمی اس کو اچھا سمجھتا ہے یا برا؟ پورے معاشرے میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے کہ بھائی یہ آدمی تو بہت برا ہے، یہ تو بدکلام ہے، اس کی بات بھی گالی سے شروع ہوتی ہے اور گالی پر ہی ختم ہوتی ہے، جیسے آپ دیکھتے ہوں گے کہ بعض لوگ گالی ہی سے بات شروع کرتے ہیں اور گالی پر ہی ختم کرتے ہیں، تو اس کو سب لوگ برا سمجھتے ہیں، جس کی زبان کے اندر پیار نہ ہو، جس کی زبان کے اندر سچائی نہ ہو، جس کی زبان کے اندر مٹھاس نہ ہو، کڑواہٹ ہی کڑواہٹ ہو، اس کو کوئی بھی شخص اچھا نہیں سمجھتا، بلکہ سب لوگ اس کو برا سمجھتے ہیں، اس وجہ سے ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہم اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں اور اپنی زبان کی حفاظت کریں، تو انشاءاللہ عزت کی زندگی جئیں گے، یہ ہمارا دنیاوی فائدہ ہے۔

اللہ کے فرشتوں کی میموری کی کوئی انتہا نہیں:

جیسا کہ ابھی بتلایا گیا ہے کہ جب ہم سچ بولیں گے تو ہمارا نام سچوں کی لسٹ میں لکھا جائے گا اور جب ہم جھوٹ بولیں گے تو ہمارا نام جھوٹوں کی لسٹ میں لکھا جائے گا کیونکہ جب ہم کوئی بھی بات بولیں گے تو اللہ کے فرشتے سب ریکارڈ کرلیں گے، کہاں، کب اور کس وقت اور کس کے سامنے بولا تھا، ہم اپنے موبائل میں، اپنے کیمرے میں

سب ریکارڈ کر لیتے ہیں، جب ہم اپنے موبائل میں کسی کی آواز کو ریکارڈ کر سکتے ہیں ،تو اللہ کا ریکارڈر(Recorder)اللہ کا موبائل، فرشتوں کا موبائل بہت بڑا ہوتا ہے؛ کیونکہ ہمارے موبائل کی لیمٹ (Limit) ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ ہوتی ہے؛ لیکن اللہ اور اس کے فرشتوں کے موبائل اور ریکارڈر کی کوئی لیمٹ نہیں ہے، وہ تو پوری دنیا کے نظام کو ریکارڈ کر لیتا ہے، چونکہ فرشتوں کی میموری(Memory) کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اس لیے وہ ہر چیز کو ریکارڈ کر لیتا ہے، بہر حال جب قیامت کے دن کا منظر نامہ انسان کے سامنے پیش کیا جائیگا، جب اعمال نامہ پیش ہوگا تو سب لوگ اپنے اپنے ریکارڈ کو دیکھ کر کہیں گے "مالھذا الکتاب لایغادر صغیرۃً و لا کبیرۃً الااحصٰھا" کیا ہوگیا اس کتاب کو کہ اس نے تو ہر چھوٹی بڑی بات بھی ریکارڈ کر رکھی ہے، چونکہ انسان کی طبیعت میں فوراً جھوٹ بولنے کی عادت ہے، حالانکہ وہ کوئی کر رہا ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے ہیں؛ لیکن اگر اس سے فوراً پوچھا جائے تو وہ فوراً منکر ہو جاتا ہے، اسی طرح جب اللہ تعالی کے یہاں اس سے کہا جائے گا کہ تم فلاں کام کر رہے تھے تو وہاں بھی کہنے کی کوشش کرے گا کہ ہم نہیں کر رہے تھے، تو فوراً اس کے سامنے وہی سی ڈی، وہ ریکارڈ دیکھایا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ وہاں تو کوئی نہیں تھا، تو اللہ تعالی کہیں گے کہ ہاں ہمارے فرشتے تو وہاں موجود تھے، وہ سب لکھ رہے تھے اور ریکارڈ کر رہے تھے، اور پھر اللہ تعالی اس کی زبان کو بند کر دے گا اور اس کے جسم کے ہر عضو کو زبان دے گا، اس کے جسم کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے، ہاتھ بولیں گے، پیر بولیں گے، آنکھیں بولیں گی، غرضیکہ ہر چیز اس کے خلاف گواہی دے گی، وہ کہے گا تم کیسے بول رہے ہو، تو وہ بیک زبان بولیں گے "قالوا انطقنااللّٰہ الذیؔ انطق کل شیٔ" کہ اللہ ہی نے ہمیں قوت گویائی دی، جس نے ہر چیز کو بولنے کی صلاحیت دی۔

اسلام لانے سے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ھیں:

اللہ کے یہاں ایسا نظام ہے کہ اگر ستر سال کا کافر بھی ایک مرتبہ زبان سے یہ کہہ دے"لاالہ الا اللّٰہ محمدرسول اللّٰہ"، تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے، ایمان والا ہو جاتا ہے، ابھی وہ کافر تھا، پوری زندگی بیکار اور خراب کام کئے، پوری زندگی اللہ کی نافرمانی کی، زبان سے چند الفاظ نکلے، کیا"لاالہ الااللہ محمدرسول اللّٰہ" اس کی دنیا بدل گئی، وہ مسلمان ہو گیا، اب تک جتنے بھی اس نے زندگی میں گناہ کے کام کئے تھے، سب معاف ہو گئے، حدیث میں آتا ہے کہ "الاسلام یھدم ماکان قبلہ" کہ اسلام سے پہلے جتنے بھی گناہ کئے تھے، سب معاف ہو گئے، تو زبان سے ذرا سی بات نکلی، تو پورے گناہ معاف ہو گئے، ایک نئی زندگی مل گئی، ساری چیزیں مٹادی گئیں اور ذرا اللہ کی شان میں، نبی کی شان میں غلط بات نکالنے سے گستاخی کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔

نکاح وطلاق میں زبان کی اھمیت :

غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا اور نظر اٹھانا ناجائز و حرام ہے، اگر کسی عورت کی طرف محلّہ میں، معاشرے میں نظر اٹھا کر دیکھا، تو لوگ برا بھلا کہیں گے اور مار پیٹ کی نوبت آجائے گی، مگر اسی زبان سے ایک لفظ ''نکاح'' نکالا کہ میں نے تمہیں نکاح میں قبول کیا، اب وہ جائز ہوگئی، اس کی شریک حیات بن گئی، اب چاہے وہ کسی کی بیٹی ہو، کسی کے بہن ہو، کسی کی پھوپھی ہو، کسی کی خالہ ہو، کسی کی برادرزادی ہو، کوئی بھی کچھ نہیں کہتا ، بلکہ سارے لوگ حتی کہ محلے والے بھی خوش ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس کے لیے یہ جائز ہوگئی، ابھی ایک لفظ نکالا کہ میں نے قبول کی اور وہ آپ کے لیے جائز ہوگئی، اب وہ کیا بن گئی آپ کی شریک حیات، آپ کی گاڑی کا پہیہ، آپ کی زندگی کی جو گاڑی ہے اس کا پہیہ بن گئی، اب زندگی کے خوشگوار لمحات اس کے ساتھ گزار سکتے ہو، چند الفاظ نکالنے سے یہ سب ہو گیا اور اگر اسی زبان سے آپ کہہ دیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، طلاق دیدی، تو وہ تمہارے لیے حرام ہوگئی، وہ آپ کے لیے غیر محرم ہوگئی، وہ آپ کے لیے ناجائز، اس کے لیے آپ ناجائز، دل تمہارے دور ہو گئے، آپس میں دوریاں ہو گئیں،

یہ ہے زبان کا مزاج، زبان کا کردار، تھوڑی ہی دیر میں جائز کو ناجائز کر دیتی ہے اور ناجائز کو جائز کر دیتی ہے۔

زندگی کو کامیاب بنانے کیلئے زبان پر کنٹرول کرنا ہوگا:

انسان کی زندگی کے اندر زبان بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے، جہاں زبان ذرا سی غلط چلتی ہے، تو وہاں زندگی کا نظام بھی غلط چلنے لگتا ہے، اور ذرا سی صحیح چلتی ہے تو نظام بھی صحیح چلنے لگتا ہے، اگر کسی دشمن سے نرمی سے بات کر لی تو ٹھنڈا پڑ جائے گا اور اس کے تیور ٹھنڈے ہو جائیں گے، اس کے برخلاف اگر کسی دوست کو غلط بات کہہ دی تو مارنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، زبان دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتی ہے، انداز گفتگو، زبان کی چاشنی، زبان کی شیرینی ایسی چیز ہے، ابھی چونکہ ہم نوجوان ہیں، ابھی شباب ہیں، اور ہماری زندگی کی ابتداء ہے، تو ہمیں سوچنا ہے، ہمیں معاہدہ کرنا ہے، ہمیں اقرار کرنا ہے کہ ہم پوری زندگی میں اپنی زبان کی حفاظت کریں گے، اور صحیح جگہ استعمال کریں گے، اس سے کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے، اس سے کبھی غلط نہیں بولیں گے، اس سے کبھی کسی کو گالی نہیں دیں گے، زبان سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے، زبان سے کسی کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے اور اس زبان سے ہر ایسے کام کریں گے جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں، ہمارے دوست واحباب راضی ہوں، ہمارے محلے والے، ہمارے معاشرے والے، ہمارے پڑوس کے رہنے والے اور ہمارے دوست واحباب راضی ہوں، اس طرح ہمیں کوشش کرنی ہے اور زبان کی حفاظت کرنی ہے۔

وہی بات کہیں جو دل میں ہو:

میرے عزیزو! اس کی تاکید قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی، اس لیے وہی بات کہنی چاہئے جو دل کے اندر ہے، اس کے برخلاف نہ کہنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے "یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم" کہ ایسی بات وہ نکالتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، بات وہی نکالیں جو ہمارے دلوں میں ہو، کیونکہ ہم آدمی کی گفتگو سے پتہ لگا لیتے ہیں کہ وہ خوش اخلاق ہے یا بداخلاق، اس کے اندر تہذیب ہے یا نہیں، اگر وہ مہذب ہے تو فوراً اس کی بات چیت سے پتہ چل جاتا ہے، آج سے ہم معاہدہ کریں کہ ہماری زندگی اس انداز سے گزرے گی، اس انداز سے چلے گی کہ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں کریں گے، کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جس سے دوسروں کو تکلیف ہو اور جس سے زندگی کے اندر کوئی دشواری پیش آئے، زبان کے سلسلہ میں بہت سارے واقعات ہیں، جن سے زبان کی اہمیت اور زبان کی حفاظت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عورتیں زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں لاپرواہ ہوتی ہیں:

بعض مرتبہ زبان سے غلط بات نکل جاتی ہے، مثال کے طور پر بچہ جب روتا ہے یا شرارت کرتا ہے تو عورتیں کہہ دیتی ہیں تو مر جاتا تو اچھا ہوتا، حالانکہ زبان سے نکل رہا ہے، دل سے ایسی بات نہیں ہوتی، تو بعض مرتبہ، بعض اوقات قبولیت کے ہوتے ہیں، اگر وہ قبول ہو جائے تو کیا سے کیا ہو جائے، بعض مرتبہ انسان کی زبان سے کچھ بھی نکلتا ہے، وہ بات فوراً قبول ہو جاتی ہے، ایک عورت نے بددعا کر دی اپنے بچے کے لیے کہ اللہ تجھے اٹھالے، یہ بددعا اللہ کے یہاں قبول ہوگئی، قبول تو ہوئی لیکن قبولیت کے آثار بعد میں ظاہر ہوئے، بچہ جب چھوٹا تھا، اس کے لیے وہ پریشان رہتی تھی، رات میں استنجاء کروانا، پیشاب پاخانہ کروانا، اس سے پریشان ہو کر اس نے کہہ دیا کہ اللہ اس کو اٹھالیتا تو اچھا ہوتا، میری نیند خراب ہوتی ہے، تو فوراً اس کی دعا قبول ہوگئی، مگر قبولیت کے آثار بعد میں ظاہر ہوئے۔

عین جوانی میں جاکر دعا کی قبولیت کا ظہور ہوا:

بچہ جب بڑا ہوا، پڑھنے لکھنے لگا، سمجھدار ہو گیا، محلّہ میں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، دن گزرتے گئے، بچہ جوانی کی دہلیز کو پہنچ گیا، جوان ہو گیا، اب اس کی شادی کی فکر ہوئی، شادی ہونے والی تھی، شادی کے انتظامات ہو رہے تھے، یہ بچہ اتنا خوبصورت کہ دیکھتے ہی جی لگے، اتنی پیاری جوانی اور اتنا پیارا شباب کہ وہ سب کو اچھا لگے،

سب اس کا احترام کریں، ماں بھی دیکھے تو خوش رہے کہ میرا نو جوان بیٹا کتنا خوبصورت ہے، اب شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں، بس شادی سے چند دن پہلے اللہ نے اپنے یہاں بلالیا اور اس کا انتقال ہوگیا، چونکہ اس کی والدہ نے بددعا کی تھی جس کی قبولیت کے آثار اب ظاہر ہوئے، اللہ نے کہا ہم نے تمہیں امانت دی تھی، دولت دی تھی، تم نے اس کی ناقدری کی، تم نے اس کی عزت نہیں کی، تو اب ناقدری کا نتیجہ بھگت، ہم نے تمہیں بچہ دیا تھا، تم تو بہت پہلے کہہ رہی تھی کہ اللہ اس کو اٹھالیتا، مگر میں آج اٹھا رہا ہوں، تا کہ تمہیں احساس ہو، بعض مرتبہ احساس نہیں ہوتا، اور انسان پتہ نہیں کیا سے کیا بول دیتا ہے، اسی لیے جہنم میں سب سے زیادہ لوگ زبان پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے جائیں گے، اللہ تعالی اس سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

عورتوں میں ناشکری کی صفت زیادہ ھوتی ھے:

عورتوں کے اندر ناشکری کی صفت بہت ہوتی ہے، ذرا ذرا سی بات پر مردوں کو طعنہ دیتی ہیں اور ناشکری کرتی رہتی ہیں، گھر میں ذرا سی بات ہوئی فوراً ناشکری کے الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں، نمک نہ ہو یا کوئی اور چیز نہ ہو گھر میں، تو عورت کیا کہہ دیتی ہے کہ جب سے یہاں آئی ہوں تب سے کچھ نہیں دیکھا، حالانکہ پچاس سال کی ہوگئی، اولادیں پوتے، پڑپوتے، لکڑ پوتے سب ہوگئے؛ لیکن ایک دن گھر میں اتفاق سے کوئی چیز نہیں ہوئی تو کیا کہہ دیتی ہے کہ جب سے اس گھر میں آئی ہوں تب سے اس گھر میں کچھ نہیں دیکھا، چونکہ ناشکری بہت بڑا گناہ ہے، اس سے بچنا چاہئے، اگر عورت سے گھر میں کوئی بات ہو جائے تو اس کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آؤ، اس کی طرف سے اگر کوئی ایسی بات ہوجاوے تو خود اپنی طرف سے نرم گوشہ اختیار کرلو، زبان پر کنٹرول کرلیں، اس نے تھوڑی سے غلطی کردی تو آپ زبان پر کنٹرول کرلیجئے، اگر شوہر کی طرف سے کوئی ایسی بات ہوگئی، تو بیوی اپنی زبان پر کنٹرول کرلے، اگر دونوں گرم ہوجاویں، تو کیا ہوگا، معاملہ خراب ہوجائے گا، جب معاملہ خراب ہو گا تو پیار نہ ہوگا، پھر اس کا نقصان ہوگا، اگر کوئی بات شوہر کہہ دے اور اس نے فوراً جواب دیا اس کو برداشت نہیں ہوا، اسی طرح بیوی نے کوئی بات کہی اور شوہر کو برداشت نہ ہوا اور فوراً جواب دیدیا تو دوریاں ہوتی چلی جائیں گی، محبت ختم ہوجائے گی، پیار ختم ہوجائے گا، اچھا خاصہ گھر چل رہا تھا، مگر ذراسی ناچاقی و نااتفاقی ہوئی، گھر برباد ہوگیا، دوریاں ہوتی چلی گئیں، ایسی دوریاں کہ اچھا خاصہ گھر اجڑ گیا۔

زبان کی حفاظت بھت ضروری ھے:

زبان کی حفاظت بہت ضروری اور اہم ہے، زبان پر کنٹرول انتہائی ضروری ہے، آپ لوگ کوشش کریں کہ آج سے کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے، وعدہ کرتے ہیں ان شاء اللہ کہ زبان سے کسی کو گالی نہیں دیں گے، زبان سے کسی کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کریں گے، یقیناً اگر آپ نے ایسا کیا یعنی زبان کی حفاظت کی، تو کامیاب ہیں، ورنہ دنیا کے تمام فتنے فساد، لڑائی، جھگڑے زبان کیوجہ سے ہوتے ہیں کہ تو نے یوں کہا تھا، میں نے یوں کہا تھا، اب آپس میں زبان کی وجہ سے لڑائی ہوگئی، تو یہ زبان کا ٹکڑا، زبان کی ذراسی بے احتیاطی سے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچادیتی ہے، جھگڑے میں، لڑائی میں، زندگی کو تباہ و برباد کردیتی ہے۔

دوستو! اس لیے اس کی حفاظت کریں اور کوشش کریں کہ ہماری زبان ایسی زبان بنے جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہوں، اور کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، کسی کو طعن و تشنیع نہ کریں، کسی کو طعنے نہ دیں، کسی کو گالی گلوچ نہ دیں، کسی کے اوپر تہمت نہ لگائیں، یہ سب زبان سے ہوتا ہے، کسی کی غیبت بھی زبان سے ہوتی ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے، ویسا کرتا ہے، اس کا تو کچھ نہیں بگڑ رہا ہے، مگر ہمارے نامہ اعمال خراب ہو رہے ہیں، ہم گناہ کے کام کر رہے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الغيبة أشد من الزنا" غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے، یہ کس سے ہو رہی ہے؟ زبان سے ہو رہی ہے، دوسرے کی برائی تم کر رہے ہو اور کہہ رہے

ہو کہ میں سچ کہہ رہا ہوں، یہ سچ بات فلاں کی جو تم کہہ رہے ہو یہی تو غیبت ہے، اگر یہ بات اس میں نہیں ہے، اور تم یونہی نقل کر رہے ہو تو یہ تو تم جھوٹ بول رہے ہو، پھر تو ڈبل گناہ کر رہے ہو "سبحانك هذا بهتان عظيم" یہ تو بڑا بہتان ہے، گناہ کبیرہ ہے، اگر اس میں وہ بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یہ غیبت ہے، اور اگر اس کے اندر نہیں ہے تو یہ گناہ اور الزام ہے، یہ کون کرا رہی ہے، زبان کرا رہی ہے۔

آپس میں ایک دوسرے کو حقیر مت سمجھو:

عزیز دوستو! بہتان ہو، الزام ہو، یا چغل خوری ہو، یہ سب زبان کرا رہی ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں کیا ہوتا ہے، زبان ہی دوسرے کی شان میں گستاخی کراتی ہے، دوسرے کا مذاق اڑواتی ہے "يا ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسىٰ أن يكونوا خيرا منهم" کہ اے مومنو! ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ، شاید کہ تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو، وہ اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ اچھا ہو، تم تو دیکھ رہے ہو باؤلا سا لگ رہا ہے، مگر اللہ کے یہاں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے، ہم کو نہیں معلوم، قرآن منع کر رہا ہے کہ کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی کا تمسخر مت کرو، تو دیکھئے زبان کی وجہ سے کتنا بڑا گناہ ہوتا ہے اور عورتوں کو بھی منع کیا "و لا نساء من نساء عسى أن يكن خيراً منهن" کہ عورتیں بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں، ایک دوسرے کا تمسخر نہ کریں، ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، شاید جس عورت کا مذاق اڑا رہی ہے، وہ اللہ کے نزدیک محبوبہ ہو اور مقبولہ ہو، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن کی زندگی کے ہر ماحول میں، زندگی کے ہر لمحہ میں ضرورت پڑتی ہے، اس کی ضرورت ہمیں کھیت میں بھی ہے، کھیت میں کس کی باری ہے؟ دوسرے کی، اور پانی لگا لیا ہم نے، یا میری باری ہے اور لگا لیا کسی دوسرے نے، زبان سے جھوٹ بول رہا ہے، حالانکہ باری تمہاری ہے، اسی طرح اناج ہوا ہے دس کوئنٹل اور بتلا رہا ہے کہ کم ہوا، یا اس کے برعکس، یہ سب کون کرا رہی ہے، زبان، اس کا عذاب کس پر پڑے گا سب جسم پر، زبان تو اندر ہے۔

دو چیزوں کی گارنٹی سے جنت کی گارنٹی:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان اور شرمگاہ کی اگر تم ضمانت لے لو، تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت لے لونگا، آپ اندازہ لگائیں کہ ہماری زبان کہاں ہے، کتنے کور کے اندر ہے، یہ دو کور کے اندر ہے، پہلا کور ہونٹ، دوسرا کور دانت، تب جا کر زبان ہے، اللہ نے اس کو کچھ مصلحت کے تحت رکھا ہے، کہ سوچ سمجھ کر استعمال کرو، کتنی حفاظت سے اس کو اندر لگا رہا ہوں اور تم جہاں چاہو کھول دو، یا جہاں چاہو وہاں استعمال کرو، میرے بھائیوں اللہ اس کو کہیں اور بھی لگا سکتا تھا، لیکن اللہ نے کتنی حفاظت سے لگایا ہے، اوپر ہونٹ، پھر اندر دانت اور چاروں طرف سے محفوظ، کوئی کیڑا کانٹا اندر نہ جا سکے، آدمی ٹوٹ پھوٹ جائے، گال کٹ جائے، دانت ٹوٹ جائیں، مگر زبان کو کچھ نہ ہو، کتنی محفوظ جگہ ہے، دوسری چیز کیا ہے، انسان کی شرمگاہ، اس کے بھی دو کور ہیں، ایک پائجامہ کا، دوسرے کرتہ کا، اس کو سوچ سمجھ کر کھولنا، ان پردوں کو سوچ سمجھ کر ہٹانا، اگر زبان کو کھولو تو سوچ سمجھ کر کھولو، کہاں کھولنا بس وہیں کھولنا، کہاں استعمال کرنا ہے بس وہیں استعمال کرنا، دونوں چیزیں ڈبل پردے میں رکھی گئیں ہیں، اس کی اہمیت کی وجہ سے، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تم ان دو چیزوں کی گارنٹی لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی گارنٹی لے لوں گا" اس سے پتہ چلا کہ زبان بہت اہم ہے۔

مقصد یہاں یہ احساس دلانا ہے کہ ہم کیسے اپنی زبان پر کنٹرول کریں، اور اپنی زبان کو قبضہ میں رکھیں، اور اپنی زبان کی حفاظت کریں، بس ان سب باتوں کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگ ابھی نوجوان ہیں، اور ابھی سے ہماری زندگی میں زبان پر کنٹرول ہو جائے اور ہماری زندگی میں سچائی آ جائے، کیونکہ زبان ہی میں سچائی اور جھوٹ ہے اور اسی میں بھلائی اور برائی ہے۔

زبان کی سچائی اور اس کی تاثیر:

ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سنا دوں سچائی کا کہ سچ کے اندر کتنی جان

ہے، کاندھلہ یہاں سے بہت قریب ہے، ایک زمانہ تھا کہ وہاں پر ایک زمین کے سلسلہ میں جھگڑا ہوگیا، مسلمان کہنے لگے کہ زمین ہماری ہے، ہم اس میں مسجد بنائیں گے، ہندو کہنے لگے کہ زمین ہماری ہے اور ہم اس میں مندر بنائیں گے، معاملہ انگریز جج کی عدالت میں گیا، اور چونکہ معاملہ سنگین تھا، معاملہ کنٹرول میں نہیں آرہا تھا، تو جج نے دونوں فریق کو مشورہ دیا کہ آپ بھی ایک کمیٹی بنائیں اور آپ بھی ایک کمیٹی بناؤ اور دونوں میرے پاس آؤ تو معاملہ کو نمٹا دیا جائے گا، جج انگریز تھا اور بڑا سمجھدار تھا، اس نے مسلمانوں کو پہلے بلوا کر پوچھا کہ تم بتلاؤ کہ تمہارا کون آدمی ہے جس پر تم اعتبار کرتے ہو تم اس کے فیصلہ پر اٹل رہو گے، تو مسلمانوں نے کہا جی ہاں ایک بزرگ ہیں مفتی الٰہی بخش صاحب (جو مولانا الیاس صاحب تبلیغی جماعت کے بانی کے دادا تھے) تو ان سے کہا گیا کہ فلاں تاریخ میں فیصلہ ہوگا اور جو فیصلہ ہوگا سب لوگ اس کو مان لیں گے، اسی طرح جج نے ہندوؤں سے معلوم کیا کہ تمہارا کون آدمی ہے جس پر آپ لوگ اعتماد کرتے ہو، اتفاق سے انہوں نے بھی مفتی الٰہی بخش کا نام پیش کیا کہ جیسا وہ فیصلہ دیں گے ہمیں منظور ہوگا، تو مسلمان خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب مزہ آئے گا اور ایک شاندار مسجد بنائیں گے۔

ادھر جو ہندو تھے وہ سمجھدار تھے، لیکن ان کو افسوس ہو رہا تھا کہ نام تو ہم نے بھی ملا جی کا لیا کہ وہی فیصلہ کریں گے، پتہ نہیں معاملہ کیا ہو جاوے، ہندو تو مرجھائے ہوئے تھے، مگر مسلمان خوش تھے، تو جس دن تاریخ رکھی ہوئی تھی، اس روز سب لوگ آ گئے، جج نے کہا کہ بھائی الٰہی بخش سے پوچھو کہ یہ زمین کس کی ہے، تو مسلمان دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ اگر ہماری زمین ہوگی تو ہم ایک شاندار مسجد بنائیں گے اور ہندو ادھر یہ کہہ رہے تھے کہ اگر زمین ہمیں ملی تو ایک شاندار مندر بنائیں گے، تو جب مفتی الٰہی بخش سے پوچھا گیا کہ بھائی یہ زمین کس کی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ زمین ہندو لوگوں کی ہے، اب مسلمانوں کی حالت خراب کہ اس بڈھے نے کیا کر دیا، تھوڑی دیر ان کو بے عزتی محسوس ہوئی کہ بڈھے نے لٹیا ڈبو دی، ادھر ہندو لوگوں نے کہا کہ جس مذہب کے اندر یہ سچائی ہے، اسی مذہب کو قبول کر لو کیونکہ ہندو لوگ سمجھدار تھے، مصلحت تو یہ بتلا رہی تھی کہ جھوٹ بولا جائے، ظاہری آثار تو یہی بتا رہے تھے کہ مفتی صاحب جھوٹ بولیں گے اور مسجد شاندار بنائیں گے؛ لیکن بول گئے اس کے خلاف، ظاہر میں تو ان کو خراب لگا، مگر ہندو سمجھدار تھے، انہوں نے کہا کہ جس دین اور جس دھرم کے اندر یہ سچائی ہے اس کو قبول کر لو، سچائی کی بنا پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

آج مسلمان ہار گئے اور اسلام جیت گیا:

اس جج نے فیصلہ سنانے کے بعد یہ نوٹ بھی لکھا کہ آج مسلمان ہار گئے؛ لیکن اسلام جیت گیا، مسلمان اس وجہ سے ہار گئے کہ ان کی نیت درست نہیں تھی، وہ یہ سوچ رہے تھے کہ اس جگہ کو ہم ہڑپ لیں گے؛ لیکن وہاں سچائی تھی، اس لیے وہ لوگ ہار گئے، لیکن اسلام میں سچائی ہے اور الٰہی بخش نے کہا کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے، بس ذرا سا سچ بولا تو کیا سے کیا ہوگیا، وہ لوگ مسلمان ہو گئے، اس بنیاد پر اسلام کی جیت ہوئی، اور پھر انہوں نے خود اس جگہ پر مسجد بنائی، ایسی سچائی اگر ہمارے اندر آ جاوے تو یقیناً ہم کامیاب ہیں، لیکن ہم لوگ عام طور پر جھوٹ بول جاتے ہیں کہ کوئی گڑبڑی کی اور جھوٹ بول دو، بچ جاؤ گے، لیکن ایک نہ ایک دن پکڑے جائیں گے اور راز فاش ہو جائے گا۔

اس لیے ہم آج عہد کرتے ہیں کہ انشاءاللہ زبان پر کنٹرول کریں گے اور اس کی حفاظت کریں گے، تاکہ ہماری زندگی صحیح طریقہ سے چل سکے، کوشش کریں گے انشاءاللہ، سچ بولیں گے؟ کسی کو گالی نہیں دیں گے؟ کسی کی غیبت نہیں کریں گے؟ کسی کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے، اگر آپ زبان کی حفاظت کر لو گے تو آپ کے لیے جنت ہے پکی، انشاءاللہ، ہم اس پر عمل کریں گے، اور اپنی زبان کو صحیح صحیح استعمال کریں گے اور اپنی زبان کی حفاظت کریں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اصول معاشرت

کامیاب ازدواجی زندگی

مولانا غیاث احمد رشادی، مدیر ماہنامہ ''فیض صفا'' حیدرآباد

لفظ انسان صرف مرد یا صرف عورت کے لیے رکھا نہیں گیا ہے بلکہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، اگر کوئی تنگ نظر مرد عورت کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کوئی چیز سمجھے گا تو اس کو ایک نادان، کم عقل اور کم ظرف مخلوق کہا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی تنگ نظر عورت مرد کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کوئی چیز سمجھے گی تو اس کو بھی نادان، کم عقل اور کم ظرف مخلوق تصور کیا جائے گا، اس لیے کہ زندگی کا حقیقی نظام صرف مرد پر یا صرف عورت پر موقوف نہیں ہے؛ بلکہ زندگی کے نشیب وفراز، عروج وزوال میں ہمیشہ مرد اور عورت برابر کے شریک رہے ہیں، مرد اور عورت زندگی کے گزارنے میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں حریف نہیں۔

مرد وزیر خارجہ او رعورت وزیر داخلہ :

گھریلو کام کاج میں مرد وزیر خارجہ ہے اور عورت وزیر داخلہ ہے، خاندانی نظام میں مرد کی محنت کا ایک الگ میدان ہے اور عورت کی محنت کا ایک الگ میدان ہے، ازدواجی زندگی میں مرد کی اپنی چند اہم ذمہ داریاں ہیں اور عورت کی اپنی چند اہم ذمہ داریاں ہیں، زندگی کے اس بھاری بوجھ کو کسی ایک پر نہیں بلکہ دونوں پر ڈالا گیا ہے اور دونوں پر ہی اس بوجھ کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہے۔

ایک سواری کے دو پہیئے :

ازدواجی زندگی ایک ایسی سواری ہے جس کے دو پہیئے ہیں، اس اعتبار سے مرد کو سواری کے آگے کا پہیہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کو ''قوام'' کہا گیا اور عورت پچھلے پہیہ سے تعبیر اس لیے کی جاسکتی ہے کہ وہ مرد کی تحویل میں ہے اور عورت کو مرد کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور جس طرح موجودہ سواریوں میں پچھلا پہیہ اگلے پہیہ کو آگے بڑھنے میں مدد دیتا ہے اسی طرح عورت کو بھی چاہئے کہ وہ اس زندگی کو پرسکون انداز میں آگے بڑھانے میں اگلے پہیہ کی مدد کرے، جس طرح سواری اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ دونوں پہیئے درست نہ ہوں بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی کا آگے بڑھنے دونوں کا اخلاق، کردار کے اعتبار سے درست ہونا بھی ضروری ہے، جس طرح سواری کے دونوں پہیوں کا رخ ایک ہونا ضروری ہے، اسی طرح ازدواجی زندگی کے ان دونوں پہیوں کا رخ بھی ایک ہی ہونا چاہئے، اگر مزاج، طبیعت، عادت اور خصلت کے اعتبار سے میاں کا مزاج مغرب کی جانب ہو اور بیوی کا مزاج مشرق کی جانب تو ظاہر ہے کہ ازدواجی زندگی منزل مقصود سے محروم رہے گی۔

جس طرح سواری کے ہر پہیہ میں ہوا کا ہونا ضروری ہے کہ اگلے پہیہ میں ہوا ہو، اور پچھلے پہیہ میں ہوا نہ ہو یا پچھلے پہیہ میں ہوا ہو، اور اگلے پہیہ میں ہوا نہ ہو تو جس طرح سواری آگے نہیں بڑھے گی بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی میں میاں کے دل میں بھی محبت، خلوص، اخلاق وکردار کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک میں یہ ساری چیزیں ہوں اور دوسرے میں نہ ہوں تو ان کی مثال ایسی سواری کی سی ہے جس کا ایک پہیہ تو صحیح سلامت ہو اور دوسرا پہیہ ہوا سے خالی ہو۔

جس طرح سواری کے دونوں پہیئے ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور جڑے ہوئے ہیں، اسی طرح میاں بیوی کے درمیان میں بھی ربط اور جوڑ کا ہونا ضروری ہے، جس طرح وہ سواری آگے کی طرف نہیں بڑھ سکتی ہے جس کے دونوں پہیئے ایک دوسرے سے جدا ہوں اور

دونوں میں جوڑ نہ ہو بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی بھی مفلوج ہوکر رہ جائے گی، جس میں میاں بیوی کے درمیان میں کوئی ربط اور جوڑ نہ ہو۔

حقوق طلبی نہیں حقوق کی ادائیگی:

میاں بیوی کے درمیان اچھے تعلقات کے باقی رہنے کے لیے ذہنی طور پر دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہوجائیں کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے میں اس طرح مصروف رہیں گے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے اپنے حق کا مطالبہ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔

ازدواجی زندگی کو شیریں تر بنانے اور آپسی تعلقات میں دراڑ پیدا ہوجانے سے بچانے کا یہ ایک بہترین نسخہ ہے، اگر شوہر دن بھر محنت کرے، روزی روٹی کی فکر کرے، پہننے اور رہنے کا معقول انتظام کرے، دکھ درد میں بیوی کا ساتھ دے، بیمار ہونے پر معقول علاج کرے، زیب وزینت کا سامان فراہم کرے، اس کے اپنے ماں باپ، بھائی بہن وغیرہ سے موقع بموقع ملاقات کی خوش دلی سے اجازت دے، اس کے رشتہ داروں کے آنے پر بشاشت اور خوش دلی سے ملاقات کرے اور موقع کی مناسبت سے خاطر تواضع کرے اور اس کے جائز خواہشات وجذبات کو پورا کرے، اس کی جنسی ضرورت کو پورا کرے غرضیکہ ایک شوہر ہونے کی حیثیت سے جتنے حقوق ہیں ان حقوق کے ادا کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کرے تو ظاہر ہے کہ عورت کے دل میں اپنے شوہر کی عظمت، محبت، وقعت اور الفت رہے گی، اور وہ دل وجان سے اس کو چاہے گی۔

اسی طرح اگر بیوی شوہر کی خدمت کرے، اس کے جائز حکموں کی تعمیل کرے، اس کے مزاج کو سمجھے اور موقع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے کاموں کو انجام دے، اس کی صحت کا لحاظ رکھے، معمولات کے مطابق اس کی ضروریات فراہم کرے، اس کے آرام کا لحاظ رکھے، اس کی تھکان کو اپنی پرلطف گفتگو کے ذریعہ دور کردے، اس کے غم کو خوشی میں بدلنے کی حکیمانہ تدبیر سوچے، اس کے غائبانہ میں اس کے گھر اور گھر کے اشیاء کی حفاظت کرے، بچوں کی نگہداشت اور تربیت کرے، گھر کو صاف ستھرا رکھے، ہر چیز کو اس کی جگہ قرینہ سے رکھے، اس کی پسندیدہ غذاؤں کے پکانے کی کوشش کرے، اس کے کپڑوں کو سلیقہ سے پاک اور محفوظ جگہ رکھے، اور اس کے لیے زینت کرے اور اس کے جنسی جذبات کو پورا کرے تو ظاہر ہے کہ مرد کے دل میں اپنی بیوی کی قدر ومنزلت بیٹھ جائے گی اور اس کے دل میں اس کی محبت برقرار رہے گی، یہ باہمی محبت آخر کیوں قائم ہے؟ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے میں ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا ہے۔

اب اگر شوہر بیوی کے مذکورہ حقوق ادا نہ کرے، تو ظاہر ہے کہ بیوی حقوق کا مطالبہ کرنے لگ جائے گی یا اگر بیوی شوہر کے مذکورہ حقوق ادا نہ کرے تو ظاہر ہے کہ شوہر بیوی سے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے گا، اور جس لمحہ سے حقوق طلبی کا سلسلہ شروع ہوجائے گا، اسی لمحہ سے تعلقات میں دراڑ پڑنی شروع ہوگی اور یہ سلسلہ جب چل پڑے گا تو تصادم کی کیفیت پیدا ہونے لگے گی اور اس وقت ایک ہی صورت سمجھ میں آئے گی کہ وہ دونوں اپنے مستقبل کے لیے الگ الگ راہ اختیار کرلیں۔

معلوم ہوا کہ امن، سلامتی، سکون، راحت، آرام اور کامیابی ایک دوسرے کے حقوق کے ادا کرنے میں ہے نہ کہ حقوق کے مطالبہ میں، ازدواجی زندگی سے متعلق جتنے مقدمات اور معاملات سامنے آرہے ہیں وہاں بنیادی طور پر یہی ایک خامی زیادہ نظر آتی ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی حق کے ادا کرنے کے لیے تیار نہیں، شوہر چاہتا ہے کہ بیوی پورے حقوق ادا کرے، بیوی چاہتی ہے کہ شوہر پورے حقوق ادا کرے، اگر ازدواجی زندگی کے پہلے دن ہی سے دونوں یہ عزم کرلیں کہ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھے گا اور پھر آپسی نزاع اور جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حق ہے:

عموماً یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنی قوت وطاقت کی وجہ سے اور عورت پر اس کو فوقیت حاصل ہونے کی وجہ سے عورت سے اپنے حقوق تو وصول

کر لیتا ہے اور عورت تخلیق کے اعتبار سے کمزور یا مرد کے مقابلہ میں کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے حقوق وصول نہیں کرسکتی، اور یہ عام رواج چل پڑا ہے کہ عورت اس معاملہ میں مظلوم اور مرد ظالم ہے، اس لیے کہ مرد اپنے حقوق تو وصول کر لیتا ہے مگر اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا، اور اس کو اس عمل سے کوئی نہیں روکتا، اس طرح وہ ظلم کے اس سلسلہ کو جاری رکھتا ہے، زمانہ جاہلیت میں یہی بیماری تھی کہ عورت کی حیثیت ایک باندی کی تھی بلکہ اس سے بھی گئی گزری تھی، بعض ایسے بھی نقشے زمانہ جاہلیت کے ملتے ہیں کہ ان کے نزدیک اپنے گھر کے جانور کی بڑی قدر تھی مگر گھر کی ایک عورت کی قدر نہ تھی، اسلام نے جاہلیت کے اس ناپاک سلسلہ کو ختم فرمایا اور یہ زریں اصول بیان کردیا "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة واللّٰہ عزیز حکیم" اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا۔

اس آیت میں اس حقیقت سے آگاہ کردیا گیا کہ جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق بھی واجب ہیں۔

آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب نے صنف نازک پر بہت بڑا احسان فرمادیا اور ساری انسانیت کی آنکھیں کھول دیں، جو انسان جاہلیت کی وجہ سے اپنی ہی ایک صنف اور جنس کی قدر کھو بیٹھا تھا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھلایا، ظلم و بربریت کو دور فرما کر عدل وانصاف کا قانون پیش فرمایا، عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم کئے جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، ادھر زمانۂ جاہلیت نے عورت کو گھریلو اشیاء کی طرح قرار دیا تھا اور چوپایوں سے زیادہ ذلیل کردیا تھا، اسلام نے عورت کو اس ذلیل ترین وادی سے نکالا اور ادھر مغربی تہذیب نے عورت کو ترقی کی آس دلا کر اس قدر آزادی دی کہ ملک کی سیادت وقیادت اس کے ہاتھ میں دیدی، ایک طرف عورت پر ظلم ہوا تو دوسری طرف عورت کا استحصال ہوا۔

اسلام ہی وہ مقدس اور پیارا مذہب ہے جس نے عورت کو مناسب مقام دیا، ایک ایسی سطح پر لا کھڑا کیا جس سطح پر کھڑے ہونے میں اس کی دنیوی واخری کامیابی اور اس میں اس کی فلاح اور نجات بھی ہے۔

مرد حاکم ھیں :

عقل اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں ہرگز تاخیر نہیں کرے گی کہ کسی بھی اجتماعی نظام کے چلانے کے لیے کسی نہ کسی امر، حاکم یا سربراہ کا ہونا ضروری ہے، کسی بھی ملک، سلطنت اور ریاست کے نظام کو چلانے کے لیے جس طرح کسی امیر یا حاکم کی ضرورت ہے بالکل اسی طرح گھریلو نظام کے چلانے کے لیے گھر ہی کے ایک فرد کا امیر، ذمہ دار یا حاکم ہونا بھی ضروری ہے، جو اپنی صلاحیت، قابلیت، لیاقت اور قوت سے اپنے ماتحت افراد کی صحیح تربیت کرسکے اور اہم امور میں صحیح فیصلہ کرسکے، ظاہر ہے کہ گھر میں یا تو بچے ہوتے ہیں یا عورتیں ہوتی ہیں، یا مرد ہوتے ہیں، عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے انجام دینے کی طاقت مردوں میں ہوتی ہے اس لیے کہ مرد کی علمی وعملی قوتیں عورتوں اور بچوں کی علمی اور عملی قوتوں سے بڑی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ حقیقت دن کی روشنی سے زیادہ واضح ہے، جس کو تسلیم کرنے میں کوئی پیچھے نہیں ہٹے گا، مشاہدات وتجربات بتلاتے ہیں کہ بعض حادثات کے موقعوں پر عورت سوائے ڈر، خوب، پستی، بزدلی، مایوسی، رونے اور شور کرنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتی، ایسے موقعوں پر مرد ہمت، جرأت، شجاعت اور پورے یقین کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتا ہے اور مسائل کو اپنے قابو میں لے لیتا ہے، مرد کی اسی صلاحیت کی وجہ سے قرآن مجید میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ "الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم" مرد حاکم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے ایک تو) اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت دی ہے اور دوسرے اس سبب سے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنے مال (مہر میں

اور نان نفقہ میں) خرچ کئے ہیں۔

اگر چہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم وواجب ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم ایک جیسے ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو عورتوں پر امتیاز اور فضیلت حاصل ہے کہ مرد حاکم ہیں، مرد حضرات اس آیت سے ہرگز یہ معنی نہ لیں کہ ان کو عورتوں پر حاکم بنادیا گیا ہے، وہ اب اپنی مرضی اور منشاء سے جو چاہیں کریں بلکہ تقوی کا لباس پہنے رہیں کہ آج اگر انہوں نے محض حاکم ہونے کی بنیاد پر اپنی عورتوں پر ظلم کیا تو عرش کا مالک ان کو اس کی سزا دینے کا بھی اختیار رکھتا ہے، اور یہ بھی ان کے ذہن میں رہے کہ کل قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے اور وہاں ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ دیا جائے گا۔

مرد کے حاکم ہونے کی وجہ:

قرآن مجید میں عورتوں پر مردوں کو جو حاکم قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ بیان کی گئی کہ "بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض" کہ اللہ تعالی بعضوں کو یعنی مردوں کو بعضوں پر یعنی عورتوں پر فضیلت بخشی ہے، یہ اللہ تعالی کی تقسیم ہے، وہ مختار کل ہے جس کو چاہے حاکم بنائے اور جس کو چاہے محکوم بنائے، اللہ تعالی نے اگر آسمان کو اوپر رکھا ہے اور زمین کو نیچے بچھا دیا ہے تو زمین کو ہرگز یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالی سے یہ شکایت کرے کہ آپ نے مجھے نیچے کیوں بچھا دیا اور آسمان کو بلند کیوں کر دیا، بالکل اسی طرح عورت بھی اس کی حقدار نہیں کہ وہ اللہ تعالی سے اس قسم کا کوئی سوال کرے، پیدائشی اعتبار سے چونکہ عورت کا میدان الگ ہے اور مرد کا میدان الگ ہے، جو کام مرد کرسکتا ہے وہ کام عموماً عورت نہیں کرسکتی، عورت کے اپنے مسائل ہیں، اس کے اپنے کچھ الگ تقاضے ہیں، اس کی اپنی چند مجبوریاں ہیں، جن کی وجہ سے وہ بیرونی کام اس خوبی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتی جس طرح ایک مرد انجام دے سکتا ہے۔

یہ ایک قدرتی نظام ہے جس کو قبول کر لینے ہی میں ہر ایک کی عافیت ہے، اور مرد کے قوام (حاکم) ہونے کی دوسری وجہ قرآن مجید نے یہ بیان فرمائی " وبما انفقوا من اموالھم" کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت اس لیے حاصل ہے کہ وہ یعنی مرد اپنے مال ان عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، اور یہ فطری بات ہوتی ہے کہ "الید العلیاء خیر من الید السفلی" کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

مرد کو یہ فضیلت اس کی اپنی محنت کی وجہ سے حاصل ہے، ظاہر ہے کہ مرد دن بھر محنت، مزدوری کرتا ہے یا زراعت کرتا ہے یا تجارت میں مصروف رہتا ہے، یا کوئی ملازمت کرتا ہے یا دور دراز کا سفر کرتا ہے، ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اور پھر جو کچھ نفع اور اجرت میں اس کو ملتا ہے وہ اپنے بیوی اور بچوں کے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے، علاج ومعالجہ اور تعلیم وتربیت میں خرچ کرتا ہے، اس کی اس محنت کی وجہ سے اس کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

اس آیت پر پہنچنے کے بعد عموماً مردوں کے دلوں میں انانیت اور غرور کے اثرات آنے لگتے ہیں اور اس آیت سے عورت میں افسردگی اور مایوسی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں، یہ مرد کی غلط فہمی اور عورت کی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔

مرد کو اس لیے انانیت اور غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنے گھر کے سارے افراد پر حاکم اور سردار تو ہے لیکن اس کی بیوی اس کی رفیقۂ حیات باندی یا نوکرانی نہیں ہے اور قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا، قرآن نے مرد کو "قوام" کا خطاب دے کر آزاد تو نہیں چھوڑا ہے بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات میں مرد کو نصیحت بھی کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے اور معروف طریقہ سے اس کے حقوق ادا کرے اور عورت کو چاہئے کہ وہ جلد بازی میں مایوسی کا شکار نہ ہو، اس لیے کہ مرد پر گھریلو نظام چلانے کی جو ذمہ داری دی گئی ہے وہ بالواسطہ عورت پر ایک احسان ہے، اگر مرد کے بجائے عورت کے کاندھے پر حاکم ہونے کی یہ ذمہ داری ڈال دی جاتی تو پھر کیا عورت اولاد کے پیدا کرنے، ان کی پرورش کرنے اور دیگر امور کی ذمہ داری برداشت کرسکتی؟ اس لیے اعتبار سے اس کو حاکم بنایا جانا ظلم متصور ہوتا، اس لیے مرد کو حاکم بنایا گیا ہے۔

فکر وعمل

امت کی تشکیل نو کی ذمہ داری نوجوانوں پر

مصطفی محمد طحان.......................................ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی

تحریکات آزادی:

ان حالات کے ردعمل کے طور پر اکثر اسلامی ملکوں، پاکستان، ترکی، جزائر، لیبیا، شام، مصر، سوڈان، مشرقی اور مغربی ترکستان، بخارا و سمرقند وغیرہ میں تحریکات آزادی وجود میں آئیں، ان سب تحریکات کا وجود اسلام کے نام پر ہوا، اسلام ہی ملک کی آزادی کے لیے عوام کو ابھارنے کا محرک تھا، طویل کشمکش کے بعد جو بڑی مدت تک چلی، اس میں بہت سے لوگ شہید ہوئے اور خون کی ندیاں بہیں، اکثر اسلامی ملکوں کو سیاسی آزادی حاصل ہوئی، ایک مستحکم سازش کے ذریعہ آزادی دلانے والے مجاہدین کو گوشہ نشین یا قید کر دیا گیا اور حکومت ایسے لوگوں کے پاس آئی جو سامراج کے ساتھ گٹھ جوڑ کئے ہوئے تھے۔

اسلامی تحریکات:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مختلف ملکوں میں قائم ہونے والی اسلامی تحریکات کے کندھوں پر ہی سامراج کے خلاف جنگ کرنے کی ذمہ داری تھی، ان میں سے بعض تحریکات علاقائی کی تھی مثلاً تحریک مہدویہ، تحریک سنوسیہ، تحریک قادریہ وغیرہ، ان کے علاوہ بہت سی تحریکات وجود میں آئیں، اوران میں سے بعض اپنے قیام کے وقت سے عالمی نظریہ رکھتی تھیں۔

ان نئی تحریکات میں سے سب سے اہم تحریکیں، تحریک اخوان، جماعت اسلامی، ملی جورش ترکی ہیں۔

۱-تحریک اخوان کو ایک نوجوان حسن البنا نے مصر میں ۱۹۲۸ء کو قائم کیا، جب کہ ان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں تھی، تھوڑے ہی وقفہ میں ان کی دعوت اکثر عرب ملکوں اور آس پاس کے علاقوں میں عام ہوگئی۔

۲-دوسری تحریک جماعت اسلامی ہے، جس کو مولانا ابو الاعلی مودودی نے اپنی جوانی میں ۱۹۴۱ء کو قائم کیا، یہ تحریک ایشیائی ممالک، ہندوستان، پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش میں عام ہوئی۔

۳-تیسری تحریک کو نوجوان نجم الدین اربکان نے ۱۹۷۰ء کو ترکی میں قائم کیا، یہ سبھی تحریکات مکمل طور پر انقلابی تھیں، انہوں نے واضح مقاصد پر اپنے معاونین اور انصار کو جمع کیا اور ان ہی مقاصد کی روشنی میں ان کی تربیت کی، ان تحریکات کے قائدین دنیوی زندگی سے بے رغبتی، قربانی اور اصولوں کی پابندی میں اعلی نمونہ تھے۔

اسلامی تحریکات نے خصوصیت کے ساتھ جن مسائل کو موضوع بنایا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

اسلام کی شمولیت:

۱-اسلام ایک مکمل نظام ہے، جس میں زندگی کے تمام مظاہر کو موضوع بنایا گیا ہے، یہ حکومت اور وطن بھی ہے یا حکومت اور امت، یہ اخلاق اور قوت بھی ہے یا رحمت اور انصاف، یہ تہذیب اور دستور بھی ہے یا علم اور قضاء، یہ مادیت اور دولت بھی ہے یا کمائی اور مالداری، یہ جہاد اور دعوت بھی ہے، یا لشکر اور نظریہ، بالکل اسی طرح جس طرح یہ سچا عقیدہ بھی ہے اور صحیح عبادت بھی۔

یہ ان تمام باتوں کی تردید تھی جس کے ذریعہ کچھ لوگ اسلام کو صرف وجدانی اور شخصی پہلو میں محدود کرنا چاہتے ہیں، یا اس کو صرف سیاسی یا صرف دعوتی پہلو میں محدود کرنا چاہتے ہیں۔

۲-قرآن کریم اور حدیث شریف اسلامی احکام کو جاننے میں ہر مسلمان کا مرجع ہے، سلف صالحین سے جو بھی بات ہمارے پاس آئی ہے اگر وہ کتاب وسنت کے موافق ہے تو اس کو قبول کریں گے، ورنہ قرآن اور حدیث اتباع کے زیادہ حق دار ہیں۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ دین کو اس کے اصل کی طرف لوٹایا جائے۔

۳-جو مسلمان احکام کے دلائل میں اجتہاد کے درجے تک نہیں پہنچا ہے وہ ائمہ دین میں سے کسی امام کی تقلید کرسکتا ہے، لیکن فقہی اختلاف دین میں تفریق کا ذریعہ نہیں بننا چاہئے، اس سے دشمنی پیدا نہیں ہونی چاہئے، ہر مجتہد کو اس کا اجر ملتا ہے۔

اس اصول کے ذریعہ مسلکی اور فقہی جھگڑوں کی ایک حد مقرر کی گئی جس نے بڑی مدت تک مسلم علماء اور عوام کو امت کے بنیادی مسائل سے مشغول کر دیا تھا اور ان کو فکری آزمائش میں مبتلا کر دیا تھا، جس کے نتیجے میں امت تنزل کا شکار ہوگئی تھی اور دوسروں کا لقمۂ تر بن گئی تھی۔

۴-ہر وہ مسئلہ جس پر عمل کی بنیاد نہ ہو اس پر غور وخوض کرنا ایک قسم کا تکلف ہے جس سے شریعت نے ہمیں منع کیا ہے، اسلام عقل کو آزادی دیتا ہے، کائنات میں غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے، علم اور علماء کی عزت بڑھاتا ہے، ہر چیز میں نافع اور پاکیزہ کا استقبال کرتا ہے: ''حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے جہاں ملے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے''۔

اس اصول نے ہر مفید اور صالح چیز سے فائدہ اٹھانے کا وسیع دروازہ کھول دیا، چاہے اس کا مصدر ہمارے پاس ہو یا دوسروں کے پاس۔

۵-اسلامی تحریکات نے اعلان کیا کہ ان کا مقصد دین کی دعوت ہے، ان کا قیام یہ فیصلہ کرنے کے لیے نہیں ہوا کہ فلاں جنتی ہے اور فلاں جہنمی، اس کے ذریعہ صدیوں سے چلے آرہے ایک دوسرے کو کافر کہنے یا انتہا پسندی کا الزام دینے کا سلسلہ اور معرکہ رک گیا، دعوت اسی طریقے پر ہوگی، جس کو ہمارے پروردگار نے مقرر کیا ہے: ''ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة'' اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ذریعے بلاؤ، برائی کو اس سے بڑی برائی سے روکا نہیں جائے گا۔

۶-تحریکات اسلامی نے سمجھا کہ اسلام کی حقیقی خدمت کی ابتدا فرد کی تعمیر سے ہوتی ہے، پھر مسلم گھرانہ تشکیل دیا جاتا ہے، اس کے بعد مسلم معاشرہ وجود میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے، ملک آزاد کرایا جاتا ہے، حکومت کی اصلاح کی جاتی ہے، اور امت مسلمہ کی بین الاقوامی حیثیت کو واپس لایا جاتا ہے، یہ سب امور ایک ہی مقصد کی تکمیل کے لیے مناسب اقدامات کے ذریعہ انجام دئے جاتے ہیں۔

۷-اسلامی تحریکات نے ان بہت سی اصطلاحات کی اصلاح کی جن کو مغربی کلچر نے ان کے صحیح اسلامی جگہ سے دور کر دیا تھا، وطنیت اور قومیت کا مطلب مسلم وطن اور مسلم قومیت ہے، مسلمان کا وطن اسلام کی پوری سرزمین ہے، اس کی قوم دنیا کے ہر گوشے میں رہنے والے مسلمان ہیں، یہ جاہلی اصطلاح نہیں ہے، جس نے نئے سرے سے قیسی اور یمنی کے تعصب کو زندہ کر دیا تھا، وہ ایسی چیزوں پر فخر کرنے لگے تھے جن پر مسلمان فخر نہیں کرتے ہیں اور ایسے مقاصد کا دفاع کرنے لگے تھے جن کا مسلمان دفاع نہیں کرتے ہیں۔

سیاست، معاشیات اور معاشرت ایسے کلمات بن گئے تھے جن کا اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا تھا، ان لوگوں نے کہا ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسلامی تحریکات کا وجود ہوا تو انہوں نے کہا اسلام میں یہ سب چیزیں شامل ہیں، پھر ہمیں ان اصطلاحات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ان کو کیا نام دیا جاتا ہے۔

۸-اسلامی تحریکات نے اعلان کیا کہ اختلاف طبعی اور فطری چیز ہے لیکن اختلاف دلوں کو جوڑنے، ایک دوسرے سے محبت کرنے اور تعاون کرنے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے، ان تحریکات نے یہ شعار بلند کیا کہ جن امور میں ہم متفق ہیں ان میں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے، اور جن میں اختلاف ہے ان میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے۔

۹-اسلامی تحریکات کو متعدد سمتوں سے سخت ترین کشمکش کا سامنا ہوا، اندرون سے مسلمانوں کی اسلام سے ناواقفیت اور اسلامی اخلاق کو

اپنانے میں کمزوری کے چیلنج کا واسطہ تھا تو خارجی دشمن نے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے لشکر، فوجی اور مشنری کو بھیج دیا تھا، وہ سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور فکری ڈھانچے میں تبدیلی لا رہے تھے، بہت سے میدانوں میں ان تحریکات کو کامیابی نصیب ہوئی۔

انتہاپسندی سے دور پختہ اسلامی فکر کو پیش کیا، آج یہی ایک فکر ہے جو نوجوانوں کو مطمئن کرتی ہے اور نوجوان اسی میں اپنے مسائل کا صحیح حل پاتے ہیں۔

ہمارے سب سے بڑے مسئلہ فلسطینی مسئلہ کے دفاع اور ان کے علاوہ دوسرے اسلامی ملکوں کے دفاع میں اس وقت بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے، جب دوسرے اسلامی ملکوں کے دفاع میں اس وقت بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے، جب دوسرے لوگ صرف مظاہرات اور مناظرات پر اکتفا کر رہے تھے، جن کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔

منفرد نمونے اور عظیم شہیدوں کو پیش کیا جو آج مقاصد کی طرف لے جانے والے صحیح اور درست راستے کے نشانات ہیں۔

ان تحریکات نے جذبات پر بھروسہ کیا، جن جذبات نے عقلوں کو روشن کیا، اسی طرح ایمانی حرارت سے معمور عقلوں پر بھروسہ کیا اور ایسے منصوبوں پر بھروسہ کیا جو کئی سالوں سے آگے ہی بڑھ رہے ہیں۔

یہ اہم نہیں ہے کہ ہم میں سے کوئی صدر یا وزیر اعظم بن جائے، بلکہ اہم یہ ہے کہ بنیاد ہم تعمیر کریں، یہ بیکار ہے کہ ہم تیاری کے کاموں سے پہلے مکمل اسلامی انقلاب کی توقع رکھیں، اگر کسی مصنوعی طریقے سے مکمل تیاری کے بغیر اسلامی انقلاب آ بھی جائے تو وہ باقی نہیں رہے گا اور زمین میں اس کی جڑیں مضبوط نہیں رہیں گی، یہ بھی بیکار ہے کہ ہم غیر صحیح بنیادوں پر اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کریں، ہم کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ جن مقاصد کو ہم بروئے کار لانا چاہتے ہیں وہ بہت بڑے مقاصد ہیں، یہ بھی بیکار ہے کہ ہم خفیہ تنظیمیں قائم کریں، یا حالات کی تبدیلی کے لیے سخت رویہ اپنائیں، کیونکہ یہ ایک قسم کی جلد بازی ہے، جس کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

جب کہ ہمارے پروردگار کا فرمان ہے: "ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين" اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ کے ذریعہ بلاؤ، اور ان سے ایسے طریقے سے بحث کرو جو بہتر ہے، بے شک تمہارا رب اس سے زیادہ واقف ہے جو اللہ کے راستے سے گمراہ ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی بڑا واقف ہے۔

❁❁❁❁

غزل

اپنی دینداری کو وہ بدنام کیسے کرگیا
رات میں توبہ کو غرق جام کیسے کرگیا

ایک بیکس کو بچایا ظلم کی تلوار سے
یہ نوازش ایک خوں آشام کیسے کرگیا

وہ جو شاہیں ہے بسیرا اس کا ہے کہسار پر
اس کو یہ صیاد زیر دام کیسے کرگیا

کہہ رہا تھا کل تلک اپنے کو وہ باطل شکن
آج تھک کر مدحت اصنام کیسے کرگیا

ہاتھ پھیلایا نہیں دریا ترس کر رہ گئے
فاطمہ کا لعل ایسا کام کیسے کرگیا

جس نے سالکؔ ہند کے پیارے پتا کی جان لی
درد کے احساس کو نیلام کیسے کرگیا

سالکؔ بستوی

جامعۃ الاصلاح بجھا بازار، سدھارتھ نگر (یوپی)

محاسبہ

توحید یا شرک؟
پڑھے قرآن نہ سمجھے معنی، قوم و وطن اب بھی؟

مولانا محمد معاویہ سعدی

توحید، مذہب اسلام کی اساس، دین الٰہی کی بنیاد اور ملت ابراہیمی کی پہچان ہے، معبود برحق کی ذات وصفات کے اقرار کے ساتھ ساتھ تمام معبودانِ باطلہ کا انکار، کلمۂ اسلام کا جز واور ایمان کامل کا حصہ ہے، کفروشرک کے تمام شعائر ومظاہر سے اظہار بیزاری لازمۂ ایمان ہے، مسلمان بننے کیلئے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے ہوئے بغیر، صرف ''اللہ'' کہہ دینا کافی نہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات وصفات دونوں ہی میں یکتا اور لاشریک ہے، اور اپنی مشیت وارادہ اور فعل وفیصلہ میں خودمختار اور ہر قسم کے مشیر ومشورہ سے بے نیاز ہے، کوئی بھی ولی یا نبی، دیوتا یا اوتار، خدا تعالیٰ کا شریک وہمسر نہیں، اور نہ ہی اُس کے کسی فیصلہ اور ارادہ میں مؤثر اور اثر انداز، اُس کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ماننا، یا اُس کے ارادہ اور فیصلہ میں کسی کو مؤثر اور مشیر ماننا ''شرک'' ہے، شرک، مذہب اسلام میں سب سے بڑا جرم ہے، جو ناقابل معافی ہے۔

یہ دونوں باتیں اسلامی عقائد کے اوّلین سبق کا درجہ رکھتی ہیں، جس کو یاد کئے، سمجھے اور اس پر دل وزبان سے ایمان لائے بغیر اسلام کے کسی اگلے سبق تک پہنچنا ناممکن ہے۔

مسلمان اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت، اور اپنے افکار وعقائد اور اعمال واشغال میں ایک ممتاز قوم ہیں، ان کا قومی مرکز کعبۃ اللہ شریف، قومی مذہب، اسلام اور قومی کتاب قرآن کریم ہے (حدیث شریف اور اجماع وقیاس سے اُسی کی شرح وترجمانی کا کام لیا جاتا ہے) قومی نشان (اور شعار) وہ تمام فرائض وواجبات اور سنن ہیں جن سے وہ دوسری قوموں سے ممتاز ہوتے ہیں، اور اُن کا قومی وطن کرۂ ارضی کی ہر وہ جگہ ہے جہاں مسلمان آباد ہیں: ع

مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

رہا ''قومیت'' و ''وطن دوستی'' کا وہ علاقائی تصور جو اسلامی اتحاد کو ختم کرنے اور خلافیت اسلامیہ کی لامتناہی حدود کو بانٹنے کیلئے استعماری اور صہیونی نظام کی طرف سے پیش کیا گیا تھا، یا ''وطن پرستی'' کا وہ مشرکانہ تصور جس میں ارض وطن کو خالق اور معبود کا درجہ دیا گیا ہے، تو ایسے کسی بھی نظریہ اور عقیدہ کی مذہب اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، بعض حضرات ''وطن دوستی'' کو ایک دینی اور اسلامی فریضہ سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ اس سے آگے بڑھ کر اپنے اس مزعومہ کیلئے ''حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ'' کو بطور حدیث کے متدل بنا کر پیش کرتے ہیں، یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔

(۱) پہلی بات تو اس لئے کہ اسلام ایک آفاقی اور سرمدی مذہب ہے، اس لئے اس کے ماننے والوں کا آپسی تعلق بھی کسی عالمی ودائمی ہی بنیادوں پر مستحکم ہوسکتا ہے، قرآن کریم کے الفاظ میں ''إنَّما المؤمنون إخْوَةٌ'' اور حدیث شریف ''المُسلِمُ أخو المسلم'' سے اسی آفاقی وابدی نسبت واخوت کی ترجمانی کی گئی ہے کہ مسلمان (خواہ عرب ہوں یا عجم، ہندوستانی ہوں یا پاکستانی، کالے ہوں یا گورے، امیر ہوں یا غریب) سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، کوئی بھی ہو، کہیں کا بھی ہو، اگر مسلمان ہے، تو دوسرے مسلمانوں پر (بقدر وسعت وامکان)

اس سے محبت و ہمدردی اور خیر خواہی کرنا فرض ہے: ع

کوئی بھی ہوں، کہیں بھی ہوں مسلماں ہیں تو یکساں ہیں

شریعت کا حکم یہاں تک ہے کہ اگر مسلمان مظلوم ہے تو بھی اس کی مدد کرو، اور اگر خدانخواستہ ظالم ہے تو بھی اس کی اعانت کرو، یعنی ظلم سے اسے روکو (تا کہ وہ آخرت کی سزا سے بچ جائے)۔

تو جب مسلمانوں کے پاس اپنے قومی ربط وارتباط کیلئے ایمان اور اسلام جیسی عظیم الشان اور آفاقی وابدی نسبتیں موجود ہیں پھر ان کے لئے یہ کیسے جائز ودرست ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو انسانوں کی بنائی ہوئی اُن محدود اور عارضی سرحدوں کے تابع اور ماتحت کر دیں جو کبھی بڑھتی اور کبھی گھٹتی رہتی ہیں، اور کبھی خود انسانوں ہی کے ہاتھوں مٹ کر ختم بھی ہو جاتی ہیں، پاکستان کبھی ہندوستان کا حصہ تھا؛ آج نہیں ہے، ممالک عربیہ کبھی یکجا تھے، آج منقسم ہیں، ترکی کی اسلامی سلطنت کبھی دنیا کی سب سے بڑی حکومت تسلیم کی جاتی تھی، اور آج سمٹ سمٹا کر دو چار صوبوں پر باقی رہ گئی ہے اور یہ سب صورتِ حال وقتی اور علاقائی حالات وتغیرات کا نتیجہ ہے، آئندہ کچھ اور حالات بدلیں گے مناظر بھی تبدیل ہو جائیں گے، ظاہر ہے کہ ایسے غیر یقینی حالات اور ناپائیدار حد بندیوں میں ایمانی قوت ومحبت اور اسلامی نسبت وتعلق کو محصور ومحدود نہیں کیا جاسکتا۔

''وطنیت'' ہی کے جراثیم کو ختم کرنے کیلئے اسلام میں ''ہجرت'' (اللہ کیلئے ترک وطن) کو مشروع کیا گیا، مکہ مکرمہ (زادہا اللہ عزاً وشرفاً) سے بڑھ کر مقدس ومتبرک مقام کون ہوگا، مگر (بطور تعلیم کے) وہاں سے بھی اہل اسلام کو ہجرت کروائی گئی، بقول حضرت سیّد عبدالرب صاحب صوفیؒ: ے

اگر مکہ میں تنگی ہو، حبش بھی ہے وطن اپنا
حبش سے دل اگر اُٹھے، مدینہ ہے چمن اپنا
کہیں کی خاک کا بندہ نہیں، ہرگز بدن اپنا
جہاں چاہیں کریں روشن، چراغِ انجمن اپنا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اپنے وطن سے ہجرت کے موقع پر شدتِ جذبات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن سے محبت تھی، اور اس سے حب وطن کا ثبوت ہوتا ہے، بات بالکل بجا ہے، مگر یہاں تین اُمور قابل توجہ ہیں:

۱- آپ کی یہ جدائی صرف اپنے وطن سے جدائی نہیں تھی، بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی تجلّی گاہ (کعبۃ الشریفہ) کی ہمہ وقتی بازیابی سے، ملت ابراہیمی کے سب سے بڑے مرکز کی مستقل حاضر باشی سے، اور مشاعر حرم ودیگر مقاماتِ مقدسہ کی پیہم مجاورت سے ایک طویل انفصال اور غیر متعینہ مدت تک کے لئے غیر حاضری ہو رہی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے متأثر ومحزون تھے۔

۲- آپ کی یہ ہجرت اپنی جائے پیدائش ورہائش سے بھی ہو رہی تھی، اور چونکہ آپ بشر (بلکہ افضل البشر) تھے، اس لئے فطری تاثر کے تحت آپ آبدیدہ ہو گئے تھے، ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ خاص اپنے مولد و مسکن کو چھوڑنے کا تھا، اس سے پورے ملک اور پورے براعظم کی محبت وعصبیت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۳- بے شک آپ کو اپنے وطن سے محبت تھی، دیگر صحابۂ کرامؓ کو بھی تھی، اور ہر سلیم الطبع انسان کو بھی ہوتی ہے اور ہونی چاہئے بھی، مگر کس حد تک؟ ہجرت کے اس عمل سے اس فطری محبت کی حدود بھی متعین کر دی گئیں کہ اتنی ہی محبت ہو جس سے دوسرے دینی اُمور میں رخنہ نہ پڑے اور جب خدانخواستہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے؛ پھر تقدیم و اولیت اسلام اور اسلامی رشتے کو، دین اور دینی نسبت ہی کو ہوگی۔

(۲) جو لوگ ''حُبُّ الوطن من الایمان'' کو حدیث سمجھتے ہیں، ان کے خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ یہ روایت اسنادی حیثیت سے باتفاق محدثین بے اصل اور ناقابل اعتناء ہے، معنوی اعتبار سے بعض حضرات نے اس کو صحیح کہا ہے، مگر ملا علی قاریؒ ان کی بھی پُر زور تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے ظاہری معنی تو بالکل درست نہیں،

لیکن اگر وطن سے ''وطن اصلی'' یعنی جنت مراد لیا جائے تو صحیح ہوسکتا ہے، یا مکہ مکرمہ مراد ہو کہ وہ مسلمانوں کا قبلۂ اول اور اسلام کا مرکز ہے، یا اپنی جائے پیدائش و رہائش ہی مراد ہو، اور اس کی محبت، علامت ایمان اس معنی کر ہو کہ وہاں کے اعزاء و اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی کی فکر میں وہاں کی یاد آتی ہو۔ (ملخصاً از کشف الخفاء للعجلونی ۱/۴۱۴)

مذکورہ بالا گفتگو کی روشنی میں ملکی حالات کے لحاظ سے ایک اہم اور حساس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کے یہاں ارض وطن سے محبت اور وطن دوستی کا وہ جذباتی تصور نہیں ہے، پھر ملک اور آئین کے تئیں ان کی وفاداری کی ضمانت کی بنیاد کیا ہے؟ اس جذباتی سوال کا نہایت سنجیدہ اور واقعی جواب یہ ہے کہ معاہدہ کی پابندی اور ایفائے عہد بجائے خود مسلمانوں کا ایک بڑا اسلامی فریضہ ہے، مسلمان اس ملک میں ایک باضابطہ عہد و پیمان کے تحت رہ رہے ہیں، لہٰذا ان کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ جب تک وہ اپنا پہلا معاہدہ اعلانیہ طور پر ختم نہ کر دیں جب تک وہ اپنے تمام قول وقرار کے پابند رہیں گے، اور ان کے لیے کوئی بھی ایسا اقدام اور عمل شرعاً جائز نہ ہوگا جو ملک کے قانون اور آئین کے خلاف ہو۔

اور گذشتہ باسٹھ سال کے عرصہ میں عملی طور پر مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی اس عہد کو کتنا نبھایا اور سخت ترین حالات پیش آجانے کے باوجود ملکی قوانین کا کتنا لحاظ کیا؟ یہ ایسی باتیں نہیں ہیں کہ ان کے لئے اہل اسلام ثبوت اکٹھا کرتے پھریں، اور ان لوگوں کو بھی منوانے کی کوشش کریں جنہوں نے نہ ماننا پہلے ہی طے کرلیا ہے۔

ماہنامہ ''اللہ کی پکار'' دسمبر ۲۰۰۹ء ص ۵۴-۵۷ (بشکریہ روزنامہ ''ہندوستان ایکسپریس'' نئی دہلی ۱۴/نومبر ۲۰۰۹ء ص ۲) ایک مضمون شائع ہوا ہے ''وندے ماترم کی تجویز پر یہ ماتم کیوں؟''

گذشتہ ماہ جمعیۃ علماء ہند کے تیسویں اجلاس عام میں دیگر تجاویز کے ساتھ ''وندے ماترم'' سے متعلق بھی ایک تجویز منظور کی گئی، اجلاس کے بعد اُس پر ہونے والے مثبت اور منفی تبصروں میں اس شق سے متعلق تبصرے خاص اہمیت اختیار کر گئے، اور ذرائع ابلاغ کی شاہ سرخیوں میں جگہ پا گئے، مذکورہ بالا مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو عبدالحمید نعمانی صاحب کے قلم سے ہے، آپ (عثمانی - محمودی) جمعیۃ علماء ہند کے ترجمان ہیں، اس لئے آپ کا یہ بیان ''جمعیۃ'' کی ترجمانی کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا اس کی مسئولیت اور ذمہ داری پورے طور پر جمعیۃ علماء ہند پر بھی آتی ہے۔

موصوف نے اپنے اس مختصر سے مضمون میں کئی جگہ ''بھارت ماتا''، ''مادرِ ہند'' اور ''مادرِ وطن'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں، حالاں کہ ملک و وطن کے بارے میں ''ماں'' اور ''ماتا'' کا تصور کفریہ شعار اور شرکیہ عقیدہ ہے، کیوں کہ اہل شرک کے یہاں یہ لفظ ایک خاص معنی اور مفہوم میں بولا جاتا ہے، جس میں معبودیت و خالقیت کی صفت ملحوظ ہوتی ہے، اور مضمون نگار صاحب نے خود ہی یہ کلیہ تحریر فرمایا ہے کہ ''اصولِ شریعت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں، اور ایک معنی برعکس سمت میں بھی جاتا ہو، اور دونوں سے عمل وابستہ ہو سکتا ہو تو اس سے احتراز لازمی ہے''۔

آپ کے اس مضمون میں ایک جملہ یہ ہے: ''......ہم مادرِ وطن کو سلام کرنے کے لیے تیار ہیں اور اپنی نمازوں میں خدا کے سامنے زمین کو مقدس و پاک سمجھتے ہوئے اُس پر سجدہ کر کے عملاً احترام کا اظہار کرتے ہی ہیں تو ''وندے ماترم'' گانے پر اصرار کیوں؟'' نعمانی صاحب کی اس عبارت پر

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اُسے کیا کہئے
خامہ انگشت بدنداں ہے اُسے کیا لکھئے

کیا (نعوذ باللہ) واقعی نعمانی صاحب (اور اہل جمعیۃ) ''مادرِ وطن'' کو سلام کرتے ہیں؟ کیا (نعوذ باللہ) وہ دھرتی کے ''مقدس'' ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟ کیا (نعوذ باللہ) اپنی نمازوں میں وہ ''ارض وطن'' ہی کے تقدس واحترام کو ملحوظ رکھتے ہیں؟ اور اس عبارت کے آخری حصہ ''تو ''وندے ماترم'' گانے پر اصرار کیوں؟'' سے تو ایسا لگتا ہے کہ

نعمانی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب (نعوذ باللہ) عملی طور پر ہم وہی سب کچھ کرتے ہیں جو آپ چاہتے ہیں پھر ''وندے ماترم'' کے اس (سیاسی؟) مطالبہ پر اصرار کیوں؟!!

مذکورہ بالا عبارت میں ''مادرِ وطن'' کو سلام کرنے کی بات کہی گئی ہے، ''مادرِ وطن'' کی تعبیر خود ہی ایک غلط اور مکروہ تعبیر ہے، جو کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں، پھر ''سلام'' قابل تعظیم چیز کو کیا جاتا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ شریعت میں چند متعین ومخصوص مقامات ومکانات کے علاوہ کسی اور جگہ کی تعظیم وتکریم کا حکم نہیں وارد ہوا ہے، اور نہ ہی عملاً دنیا میں کوئی عظمت کا معاملہ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسی ''ارض وطن'' پر غلاظت اور گندگی بھی ڈالی جاتی ہے، اور اسی ''مادرِ وطن'' کی چھاتی پر بیٹھ کر لوگ پیشاب، پاخانہ بھی کرتے ہیں، اس عبارت میں زمین کو ''مقدس'' و ''پاک'' کہا گیا ہے، زمین کی ظاہری طہارت وپاکی اور چیز ہے، اور اس کا حکمی تقدس واحترام دوسری چیز ہے، ظاہری طہارت کا مدار خبر اور مشاہدہ پر ہے، اور حکمی تقدس وبزرگی کیلئے منصوص ہونا شرط ہے، نعمانی صاحب کا یہ جملہ کہ ''سجدہ کرکے عملاً احترام کا اظہار کرتے ہی ہیں'' شریعت کے اعتبار سے یہ بھی انتہائی خطرناک جملہ ہے، کیوں کہ بتوں کو سجدہ کرنے میں، مزاروں کو سجدہ کرنے میں اور سجدہ کی اس صورت میں جو اس عبارت میں بتائی گئی ہے، نعمانی صاحب جیسا کوئی عالم ہی فرق واضح کرسکے گا، ہم جیسے عامیوں کے لئے اتنا باریک فرق کرنا مشکل ہی ہے، ہمارے یہاں تو یہ مسئلہ مشہور ہے کہ مسلمان بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے ہیں، مگر مقصود ''بیت'' نہیں؛ ''رب البیت'' ہوتا ہے، پھر بیت اللہ شریف یا کسی اور مقام ومکان کا تقدس واحترام نص شرع سے ثابت ہے، اور عام زمینوں کے بارے میں کوئی ایسی نص ہے نہیں۔

اور اگر اس سجدہ سے زمین کا ''تقدس'' ثابت ہو جاتا جب بھی مضمون نگار صاحب کا مدعا ثابت نہ ہوتا، کیوں کہ اس سے وہ ''ارض وطن'' کا ''تقدس'' ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، حالاں کہ مسلمان دنیا میں کہیں بھی ہو، نماز اُس کے ذمہ فرض ہے، لہٰذا یہ سجدہ اُسے دنیا کے ہر گوشہ میں کرنا پڑے گا، اب اگر وہ پاکستان میں، عرب میں، امریکہ میں یا انگلینڈ میں کہیں بھی نماز پڑھ رہا ہے تو لازم آئے گا کہ وہ اس جگہ اور اس ملک کو بھی ''مقدس'' اور ''محترم'' سمجھ رہا ہے، حالانکہ ''وطنیت'' کے محدود دائرہ میں محصور رہنے والوں کے یہاں ایسی وسعت نظری کا تصور کہاں ہے؟

زیر تبصرہ مضمون کے آخری پیراگراف کی اختتامی سطور یہ ہیں ''جمعیۃ علماء ہند کے صدر کے خطبۂ صدارت میں ''وندے ماترم'' کے عنوان کے تحت اُردو کے مشہور شاعر جمیل مظہریؔ کی ''وطن دوستی'' پر مبنی نظم کا حوالہ دیا گیا ہے، سردست ہم مادرِ ہند کے متعلق جذبۂ تعلق وخراجِ عقیدت پر مبنی جمیل مظہریؔ کی نظم سے کچھ اشعار دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا مادرِ ہند سے تعلق شک وشبہ سے بالاتر ہے''۔

ان سطور سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نعمانی صاحب (اور ان کی جمعیۃ) کو اس نظم کے مندرجات سے پورے طور پر اتفاق ہے، اور اگر ''وندے ماترم'' کے بدل (یا نعم البدل؟) کے طور پر اس گیت کو پیش کر دیا جائے تو یہ لوگ اس کو قبول کرلیں گے، آخر کیوں؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ ''وندے ماترم'' بنگالی زبان میں ہے، اور آپ کا یہ گیت اُردو میں ہے؟ یا اس وجہ سے کہ ''وندے ماترم'' کا شاعر ہندو ہے، اور آپ کی نظم ایک اسلامی نام رکھنے والی کی کہی ہوئی ہے؟ اگر اسی طرح کی کوئی سوچ کارفرما ہے؛ ان دونوں گیتوں میں فرق کرنے میں، تو یہ نہایت سطحی، سیاسی اور عامیانہ سوچ ہے، ورنہ تو اسلامی اور شرعی نقطۂ نظر سے مظہریؔ کے اس گیت کو قبول کرنا ''فَرَّ مِنَ المطرِ وقَرَّ تحت المیزاب'' کا مصداق بننا ہے، کیوں کہ یہ پورا گیت از اوّل تا آخر ''وندے ماترم'' ہی کی طرح شرکیہ کلمات پر مشتمل ہے، خصوصاً اُس کے یہ اشعار انتہائی ایمان سوز ہیں:

کنگن اور چوڑی کی جھنا جھن
شاعر کے دل کی ہر دھڑکن

نام تیرا جپتی ہے ماتا
تو کتنی پیاری ہے ماتا
شکتی تجھ سے، ست تجھ سے ہے
مت تجھ سے، ہمت تجھ سے ہے
شورش دے، سودا دے، سر دے
دل کا دیا پھر روشن کر دے
دار و رسن کا کھیل سکھا دے
نام پہ اپنے بھینٹ چڑھا دے
ٹیپو اور پورس پیدا کر
ایک اُٹھے تو دس پیدا کر
جیون دے، جیون کا پھل دے
شکتی دی، ہمت دے، بل دے

نظم کے خاتمہ پر مضمون نگار صاحب کا یہ تعریفی نوٹ بھی ہے:
''ان اشعار میں ''مادرِ ہند'' کیلئے کیسا والہانہ پن اور جذبۂ تعلق کا اظہار ہوتا ہے''، حالاں کہ جن لوگوں نے اس گیت کو پڑھا، یا سنا ہے، اور اس کے مضمون سے (نعوذ باللہ) اتفاق کیا ہے؛ ان سب کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔

سیاست: اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے، مگر سیاست اسلام کے تابع ہونی چاہئے نہ کہ اسلام کو سیاست کے تابع کر لیا جائے، وہی سیاست اسلام میں محمود اور مطلوب ہے جو اسلامی اُصولوں اور شرعی مسائل کے ماتحت ہو، اور جس سیاست سے اسلامی و شرعی اُصولوں کو الگ کر دیا جاتا ہے وہ ''نفسانیت'' اور ''چنگیزیت'' کا کھیل ہو جاتا ہے: ع

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی، ہمارا کسی سے بھی اختلاف، اسلامی اور شرعی بنیادوں پر ہونا چاہئے ''وندے ماترم'' سے ہمارے اختلاف کی بنیاد یہی ہے کہ وہ شرکیہ و کفریہ اشعار اور مضامین پر مبنی گیت ہے، اس لئے وہ ہمارے لئے ناقابل قبول ہے، نہ یہ کہ وہ کسی ہندو کا ہے، کسی بنگالی کا ہے، یا کسی انگریز حامی کا ہے۔

ہر مسلمان کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اس کا کوئی بھی قدم یا عمل شرعی حدود کے باہر نہ پڑے، اس کے لئے جہاں بقدرِ ضرورت شرعی علوم سے واقفیت ضروری ہے، وہیں اللہ کا خوف اور خشیت بھی ضروری ہے، اور جس طرح علم، اہل علم کی تعلیم و تربیت سے آئے گا، اسی طرح خوف و خشیت اس سے متصف حضرات کی محبت اور صحبت سے پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم اور عمل مستقیم نصیب فرمائے۔ آمین۔

❁❁❁❁

اعلان ملکیت ماہنامہ نقوش اسلام

Form 4

See Rule-8

مقام اشاعت:	مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)
نوعیت:	ماہنامہ
پرنٹر پبلیشر:	محمد مسعود عزیزی ندوی
قومیت:	ہندوستان
پتہ:	مظفر آباد، ضلع سہارنپور (یوپی)
ایڈیٹر:	محمد مسعود عزیزی ندوی
پتہ:	مظفر آباد، ضلع سہارنپور (یوپی)
ملکیت:	محمد مسعود عزیزی ندوی

نوٹ: میں تصدیق کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

دستخط............

غور وفکر

دوسری اور آخری قسط

دنیا اور آخرت میں گناہوں کی سخت سزائیں

مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

آخرت میں گناہوں کی سزا:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کے علاوہ دو عالم اور ہیں:

(۱) عالم برزخ (۲) عالم آخرت

جب آدمی کوئی عمل کرتا ہے تو فوراً آخرت میں منعکس ہوجاتا ہے، اس وجود پر کچھ آثار بھی مرتب ہوتے ہیں، اس عالم کو عالم قبر اور عالم برزخ کہتے ہیں، پھر ان ہی اعمال کا ایک وقت کامل ظہور ہوگا، جس کو یوم حشر ونشر یعنی لوگوں کے جمع ہونے، اعمال نامہ کے ظاہر ہونے کا دن کہتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ہر عمل کے وجودی مراتب تین ہیں:

(۱) صدور (۲) ظہور (۳) مثالی

جب آدمی کوئی بات یا عمل کرتا ہے تو اس کے تین مراتب ہوتے ہیں، ایک مرتبہ اس کا منہ یا بدن سے صادر ہونا، دوسرا مرتبہ اس کا ٹیپ یا کیمرے میں بند ہونا اور تیسرا مرتبہ جب آدمی اس کی آواز کو سننا چاہے، یا دیکھنا چاہے تو اسے بعینہٖ دیکھ یا سن لے۔

بس اب اسی پر قیاس کریں دنیا میں عمل صادر ہوتا ہے، عالمِ برزخ میں ریکارڈ ہوتا ہے اور یوم الحشر کے دن سب ظاہر ہوجائے گا۔

اب جب یہ ثابت ہوگیا، تو اسے کوئی عاقل اور ذی شعور اپنے کرتوت کے ریکارڈ کو سننے یا دیکھنے کے بعد انکار نہیں کرسکتا، بالکل قیامت کے روز بھی ایسا ہی ہوگا، لہٰذا جس طرح آدمی ریکارڈر کے سامنے ہونے کی صورت میں بچ بچکر بات کرتا ہے اور کوئی کام کرتا ہے کہ کہیں کوئی غلط چیز ریکارڈ نہ ہوجائے، انسان کو بھی اسی طرح زندگی گذارنی چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ یقینی طور پر اس کی زندگی کہ ہر لمحہ کو پوری باریکی کے ساتھ قید کیا جارہا ہے، قرآن میں ارشاد الٰہی ہے:

"مایلفظ من قول إلا لدیه رقیب عتید"۔ (سورۂ ق: ۱۸)

انسان جو بات بھی اپنے منہ سے ادا کرتا ہے تو ایک ریکاڈر برابر اسے ریکارڈ کررہا ہے، ایک اور جگہ پر ہے: "یوم تجد کل نفس ماعملت من خیر محضرًا و ماعملت من سوء" جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے کو اپنی نظروں کے سامنے پائے گا چاہے وہ اچھائی ہو یا برائی۔ (سورۂ آل عمران: ۳۰)

ذرا ہم ان آیتوں پر غور کریں قرآن کیسی تنبیہ کو بیان کررہا ہے، اللہ ہمیں اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بعض گناہوں کے مماثل سزاؤں کو بھی قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً زکوۃ نہ دینے پر وہ مال سانپ کی شکل میں اس کے گلے کا طوق ہوگا: "سیطوقون مابخلوا به یوم القیامة"۔ (سورۂ آلِ عمران: ۱۸۰)

جھوٹ بولنے والے کالے چہرے ہوجائیں گے، جو قرآن کا علم حاصل کرکے اس پر عمل نہ کرے گا اس کا سر بار بار پتھر سے کچلا جائے گا، معلوم ہوا کہ دنیا برزخ اور آخرت میں تینوں جگہ انسان کو اس کے گناہوں کی سزا دی جاتی ہے۔

کیا آپ گناہ ترک کرنا چاھتے ھیں؟

مجدد ملت حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ چھ گناہ ایسے ہی جو تمام گناہوں کے لیے جڑ اور اصل کے مانند ہیں، اگر ان سے پرہیز کیا جائے تو انشاء اللہ انسان دوسرے بے شمار گناہوں سے خود بخود محفوظ ہوجائے گا، وہ یہ ہیں:

(۱) **غیبت**:

بے شمار گناہ اس سے جنم لیتے ہیں؛ اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ بلاضرورت نہ کسی کا تذکرہ کرے نہ سنے، نہ اچھا نہ برا، بلکہ اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، انشاء اللہ بے شمار گناہوں سے محفوظ ہو جاؤ گے، اسی لیے حدیث میں بھی اس کی سخت وعید وارد ہوئی، حدیث میں ہے: "لا یدخل الجنة قتات" چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

(۲) ظلم سے اجتناب خواہ مالی ہو یا جانی ہو یا زبانی مثلاً کسی کا حق مارنا کسی کو تکلیف پہنچانا، کسی کی بے عزتی کرنا وغیرہ۔

(۳) اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے اجتناب کرے اور دوسروں کو حقیر گرداننے سے بھی بچتے رہیں، بلکہ اپنے آپ کو حقیر اور دوسروں کو بڑا سمجھے، بے شمار گناہوں سے حفاظت ہو جائے گی۔

(۴) غصہ سے بچتے رہیں اور اگر غصہ آ جائے تو صبر سے کام لیں، کبھی غصہ کی حالت میں آدمی ایسا کام کر بیٹھتا ہے کہ زندگی بھر اس پر افسوس کرنا پڑتا ہے مگر اس کا کوئی حل نہیں نکلتا۔

(۵) غیر محرم عورت یا مرد سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھے، نہ اسے دیکھے، نہ اس سے دل خوش کرنے کے لیے ہم کلام ہو، نہ تنہائی میں اس کے ساتھ بیٹھے، نہ اسے خوش کرنے کے لیے اس کی پسند کے موافق وضع قطع یا کلام کو آراستہ کرے، اس تعلق سے جو خرابیاں پیدا ہوں گی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

(۶) مشتبہ اور حرام مال سے کلی اجتناب برتے، بے شمار نفسانی وروحانی بیماریاں اس سے جنم لیتی ہیں، کیوں کہ غذاء سے عضو بنتا ہے اور عضو سے اعمال سرزد ہوتے ہیں، لہٰذا جیسی غذاء ہوگی اور جیسی کمائی ہوگی ویسے اعمال ہوں گے۔

حضرت تھانویؒ اخیر میں فرماتے ہیں یہ چھ ۶/ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں، ان کو چھوڑنے سے انشاء اللہ دوسرے معاصی اور گناہوں کا چھوڑنا سہل اور آسان ہو جائے گا، بلکہ امید ہے کہ خود بخود متروک ہو جائیں گے۔ (مستفاد: جزاء الاعمال مع ترمیم واضافہ)

اس کے علاوہ مزید چند امور کے التزام سے بھی انشاء اللہ گناہ ترک کرنے پر مدد ملے گی وہ یہ ہیں:

(۱) **دعاء**:

ایک طرف گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اور دوسری جانب اللہ سے دست بدعا رہے کہ اے اللہ تو گناہوں سے میری حفاظت فرما، ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھنے سے بھی آدمی کو گناہ سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے، وہ دعا یہ ہے: "لاإله إلا الله وحده لاشريك لهٗ، له الملك ولهٗ الحمد، بيده الخير، و هو على كل شئ قدير"۔

اسی طرح یہ دعا بکثرت پڑھے: "اَللّٰهُمَّ يا مُصَرِّفَ القُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ" اسی طرح یہ دعا بھی کثرت سے اپنی دعاؤں میں شامل کرے: "اللهم إنّي أسئَلُكَ الهُدىٰ وَالتُّقىٰ وَالعَفَافَ وَالغِنىٰ"۔ (مسلم)

(۲) **مجاهده**:

ترک گناہ کوئی آسان کام نہیں اور نہ آسانی سے گناہ کی عادت جاتی ہے، بلکہ اس کے لیے مجاہدہ لازم ہے، اسی کو جہادِ اکبر کہا گیا؛ اگر آپ ایک بار مجاہدہ شروع کریں گے تو اللہ اسے آسان کر دے گا، ارشاد باری تعالیٰ: "وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" جو ہمارے خاطر مشقت اٹھاتا ہے تو ہم ضرور ہمارے راستے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ (سورۂ عنکبوت: ۶۹)

(۳) **گناہ کے انجامِ بد پر غور و فکر**:

دنیا و آخرت میں گناہ کے انجامِ بد پر غور کرتا رہے کہ گناہ کا انجام اچھا نہیں ہوتا، گناہ کے سبب غم، مصیبت، پریشانی رزق میں کمی، بدن میں ضعف، اللہ اور نیکوکاروں سے وحشت وغیرہ اور آخرت میں جہنم کے سانپ، بچھو، آگ اور ہولناک عذابِ قبر اور حشر میں رسوائی وغیرہ کو سوچتا رہے۔

(٤) اسبابِ معصیت سے دور رہے:

مثلاً بدنظری، فلم بینی، تصویر بینی وغیرہ سے کلی اجتناب کرے۔

(٥) برے لوگوں کی دوستی سے اجتناب:

بری صحبت سے بچنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ انسان پر برائی کا اثر جلدی پڑتا ہے، لہٰذا بے نمازی، بد اخلاق، اور بد اطوار آدمی سے کبھی دوستی نہ کرے۔

(٦) موت کی یاد:

یہ بات ذہن میں دوہراتے رہے کہ موت اچانک کبھی بھی آسکتی ہے، اگر گناہ کی حالت میں آگئی تو کیا ہوگا ؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

(٧) گناہ کے چھوڑنے کا عزمِ مصمّم:

گناہ کو ایک بار چھوڑنے کا عزمِ مصمّم کرلے کہ جو ہونا ہو، ہوجائے بس گناہ کو کسی صورت میں نہیں کروں گا۔

(۸) پیر ذوالفقار نقشبندی فرماتے ہیں: انسان یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھے کہ اس کے اعمال پر اور گناہ پر ہمیشہ چار گواہ موجود ہوتے ہیں جو قیامت کے دن گناہوں پر گواہی دیں گے:

(۱) جس عضو سے گناہ کیا وہ عضو گواہی دے گا، ارشاد ہے: "وتکلّمنا أیدیهم و تشهد أرجلهم بما کانوا یکسبون" (سورۂ یٰسین: ۶۵) ان کے ہاتھ، پاؤں ان کے اعمال کے بارے میں ہمیں خبر دیں گے۔

(۲) جس خطۂ ارض پر گناہ کیا وہ گواہی دے گا، ارشاد الٰہی ہے: "یومئذ تحدث اخبارها" جب زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ (سورۂ زلزال: ۴)

(۳) کراماً کاتبین: وہ فرشتے جو انسان کے اعمال کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں "کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون" (سورۂ انفطار: ۱۱،۱۲)

تم جو کرتے ہو اسے وہ اپنے علم اور ریکارڈ میں لیتے رہتے ہیں۔

(۴) نامۂ اعمال: جس میں ہر چیز مکتوب ہوگی، ارشاد ہے: "مال هذا الکتاب لایغادرُ صغیرةً و لا کبیرةً إلا أحصاها" انسان کہے گا اس کتاب کو کیا ہوگیا کہ کوئی چھوٹی بڑی چیزیں نہیں چھوڑتی۔ (سورۂ کہف: ۴۹)

اور میں کہتا ہوں خود اللہ ہی گواہ نہیں بلکہ عین شاہد اور دوسرے انسانوں میں کے گواہ، الگ، یعنی ۶ گواہ ہوں گے، لہٰذا اسی بات کو ذہن میں چسپاں کرلیں کہ گناہ کر کر کہیں چھوٹ کر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مولانا موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عوام بن حوشب نے فرمایا کہ گناہ کے بعد چار امور بہت ہلاکت خیز ہیں۔

(۱) گناہ کرنے کے بعد اس کو ہلکا سمجھنا اور احساس پیدا نہ ہونے دینا۔

(۲) عذاب نہ آنے پر دھوکہ میں رہنا کہ گناہ سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۳) العیاذ باللہ گناہ کر کر گناہ پر خوشی اظہار کرنا۔

(۴) گناہ پر اصرار کرنا اور بار بار کرتے رہنا۔ (استعظام الصغائر)

امام محمد ابن باقرؒ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اے بیٹے! اللہ کا غصہ اور غضب گناہوں میں پوشیدہ ہے، سو کسی معصیت کو حقیر اور معمولی نہ سمجھ، ہوسکتا ہے کہ اسی میں ناراضگی خدا مستور ہو۔ (ایضا)

آج کے مسلمانوں کی حالت:

آج کل مسلمانوں کی حالت وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے:

"عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه و سلم قال: یأتی علی الناس زمان لا یبالی المرءُ ما أَخَذَ أَ مِن الحلال أم من الحرام"۔ (رواہ البخاری)

یعنی "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ہر شخص حلال و حرام کی تمیز سے بے پرواہ ہوگا اور اسے جو کچھ ملے گا لے گا، اس وقت ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں کی جائے گی"۔ (چھوٹے گناہوں

اور نیکیوں کے اثرات: ص۴۱)

گناہ بڑا ہو یا چھوٹا دس عیوب سے خالی نہیں:

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنبیہ الغافلین: ص۱۳۴" پر لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہ بڑا ہو یا چھوٹا اس میں بڑے بڑے عیوب بہرحال ہوتے ہیں۔

(۱)"أولها أنّه أسخط خالقه وهو قادر عليه"۔

یعنی اول: "عیب یہ ہے کہ اس نے اپنے خالق کو ناراض کیا جو اس پر قادر ہے"۔

(۲)"والثانی انه فرّح من هو أبغض إليه وهو إبليس"۔

دوم: یہ کہ اس نے ابلیس کو خوش کیا جو اللہ کو مبغوض ہے۔

(۳)"والثالث تباعده من الجنة"۔

سوم: یہ کہ جنت سے دور ہوا۔

(۴)"والرابع تقربه من النار"۔

چہارم: یہ کہ دوزخ سے قریب ہوا۔

(۵)"والخامس انه جفا مَن هو أَحبّ اليه وهی نفسه"

پنجم: "یہ کہ اس نے اپنے محبوب نفس پر ظلم کیا"۔

(۶)"والسادس نجّس نفسَه وقد خلقها الله طاهِرة"

ششم: "یہ کہ اس نے اپنے نفس کو پلید کر دیا حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پاک پیدا کیا تھا"۔

(۷)"والسابع آذی أَصحابه الذين لا يؤذونه وهم الحفظة"۔

ہفتم: "یہ کہ اس نے اپنے ہم نشینوں کو اذیت پہنچائی جو کہ حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں"۔

(۸)"الثامن أحزَنَ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم فی قبره"۔

ہشتم: یہ کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں غمگین و پریشان کیا"۔

(۹)"التاسع أَشهَد على نفسه الليلَ والنهار"۔

نہم: یہ کہ اس نے رات اور دن کو اپنے اس عملِ بد کا گواہ بنایا"۔

(۱۰)"العاشر انه خان جميعَ الخلائِق من الآدميين وغيرهم إذ لا تُقبل شهادته لهم فيبطل حق صاحبه ويقلّ المطرُإذا أَذنب"۔

دہم: "یہ کہ اس نے تمام مخلوق سے خیانت کی، اس لیے کہ گناہ کے بعد اب اس کی گواہی ان کے لیے قبول نہیں ہوگی، تو ساتھی کا حق ضائع ہوا، اور بارش بھی اس کی معصیت کی وجہ سے نہیں برسے گی"۔(چھوٹے گناہوں اور نیکیوں کے اثرات: ص۴۳-۴۴)

چھوٹے گناہ کی بھی باز پرس ہوگی:

گناہ خواہ چھوٹا ہی ہو اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا کسی چھوٹے گناہ کے ارتکاب کی بھی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

ایک حدیث شریف ہے:

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول "ياعائشة !إيّاك ومحقَّرات الذنوب فإن لها من الله طالبًا"۔(رواہ النسائی وابن ماجہ)

یعنی "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا: اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی بچا کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہوگی"۔

تفسیر ابن کثیر: ج۴/ص ۲۶۹" پر ہے کہ مذکورہ صدر حدیث سعید بن مسلم عن عامر بن عبداللہ عن عوف عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سند سے مروی ہے اور حافظ ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سعید بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے کہ سعید بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عامر بن ہشام رحمہ اللہ کو سنائی، عامر نے کہا اے سعید! مجھے سلیمان بن مغیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا "انّه عمل ذنباً فاستصغره فأتاه آتٍ فی منامه" فقال یاسلیمان یعنی "سلیمان فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صغیرہ گناہ سرزد ہو گیا لیکن

میں اسے چھوٹا اور ہلکا سمجھا، پس خواب میں کسی نے کہا اے سلیمان (اور یہ شعر کہے)۔

لاتُحقّرنَّ مِنَ الذنوب صَغِيراً
إن الصغيرغداً يَعود كبيرا
إن الصغير و لَو تَقادَم عهدُه
عند الإ لٰه مسطَّر تسطيراً
فازجُر هَواكَ عن البطالةِ لاتكُن
صَعبَ القِيادِ وشمّرن تَشميرا
إنَّ المُحبَّ إذا أحَبَّ إلٰهَه
طارَ الفؤادُ و الهَمَ التفكيرا
فاسئَل هدايتَك الإلٰه فَتَتَّئِد
فكفى بِربّك هادِياً ونَصيرا

(۱) یعنی ''کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھ کیوں کہ یہی چھوٹا گناہ کل بڑا ہوگا۔

(۲) چھوٹے جرم کئے ہوئے اگر چہ ایک مدت گزر جائے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(۳) پس اپنی خواہش کو بے فائدہ امور سے روک دے اور سرکشی نہ کر اور عبادت کے لیے مستعد و تیار رہ۔

(۴) وہ شخص جو خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہو اُسے کچھ ہوش نہیں ہوتا۔ اسے تو ہر وقت آخرت کی تیاری کا الہام ہوتا رہتا ہے۔

(۵) تم اللہ تعالیٰ سے اپنی ہدایت کی دعا کرو، پھر حصولِ ہدایت کے بارے میں مطمئن رہو کیوں کہ ذاتِ خدا تعالیٰ کافی ہے ہدایت کرنے اور مدد کرنے کے لحاظ سے۔ (چھوٹے گناہوں اور نیکیوں کے اثرات: ص ۶۸-۷۰)

لباس کی طرح ایمان کو بھی بد نما داغوں سے بچانا چاہیے:

حضرات! جس طرح ہم اپنے لباس اور ظاہری جسم کی صفائی کا خیال رکھتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے دین و ایمان کی بھی فکر ہونی چاہئے۔ لباس پر اگر چھوٹے چھوٹے دھبوں اور داغوں کی تعداد بڑھ جائے تو لباس کتنا برا اور بدنما معلوم ہوتا ہے، کوئی معزز سفید پوش انسان ایسا لباس پہننا پسند نہیں کرتا، اسی طرح ایمان کا لباس بھی چھوٹے چھوٹے گناہوں سے داغدار اور بدنما ہو جاتا ہے۔

بدنما اور داغدار لباس پہن کر بڑی مجالس میں، بادشاہوں کے دربار میں اور بڑے لوگوں سے ملاقات کے لیے جانا کوئی عقلمند آدمی گوارا نہیں کرتا، مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ مسلمان گناہوں سے داغدار ایمانی لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے سے نہیں شرماتے۔

مابال دينــــك ترضى ان تُدَنّسَــه
وثَوبُك الدهر مغسول من الدّنَس
تَرجُو النجاةَ ولم تَسلُك طريقتَها
إنّ السفينةَ لا تجرى عــلى اليبس

(۱) یعنی ''کیا وجہ ہے کہ تو اپنے دین کے میلے ہونے پر راضی ہے مگر تیرا لباس ہمیشہ میل سے صاف ہوتا ہے''۔

(۲) تجھے نجات کی امید ہے؛ لیکن تو نجات کی راہ پر نہیں چلتا، یاد رکھ کشتی کبھی خشکی پر نہیں چل سکتی''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق بخشیں۔ آمین ثم آمین!

آج کل لوگوں کی عقلیں لہو ولعب (کھیل تماشہ) اور بے فائدہ دلچسپیوں میں، اور نگاہیں دنیاوی رنگ و بو میں الجھی ہوئی ہیں۔

نگاہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغان صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ہو میں

یہ دنیا فانی ہے اور اس کی مسرتیں اور آرائشیں بھی فانی ہیں، موت کے وقت ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان بے فائدہ مسرتوں اور خوشیوں کی حیثیت شیخ چلی کے خیالی منصوبے سے زیادہ نہیں تھی۔ (چھوٹے گناہوں اور نیکیوں کے اثرات: ص ۸۸-۹۱)

گناہ اور منکرات سے بچنے کی ضرورت:

محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''طاعون کے زمانے میں ہر شخص چوہے سے ڈرتا ہے کہ طاعون کے جراثیم ہمارے گھر میں نہ آجائیں، بدعملی اور منکرات کے چوہے ہمارے گھروں میں کتنے ہی ہوں فکر نہیں، سانپ گھر میں آجائے، سب پریشان اور گھر میں خلاف شرع وضع قطع، تصاویر جاندار کی، ریڈیو کے گانے، ٹیلی ویژن کا گھریلو سینما آجائے تو کوئی فکر نہیں، ہر عمل کے معاملے میں علم صحیح کی ضرورت ہے، لاعلمی میں زہر کھانے سے نقصان تو یقیناً پہنچے گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تشریف لے گئے، وہاں تصویر جاندار کی تھی، فوراً واپس آ گئے، رزق کی ترقی اور برکت کے لیے، وظیفے پڑھنے کے لیے تیار ہیں، مگر گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں''۔ (یادگار باتیں: ص ۳۵۷)

اخیر میں قرآن کی ان دو آیتوں پر اپنے مضمون کو سمیٹتا ہوں:

"وذروا ظاهرالإثم و باطنهٗ إن الذين يكسبون الإثم سيجزون بما كانوا يقترفون" اے لوگو! ظاہری و باطنی ہر طرح کے گناہ کو چھوڑ دو، کیوں کہ جو لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں، وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ (سورۂ انعام: ۱۲۱)

دوسری آیت کریمہ میں ارشاد الٰہی ہے:

"أم حسب الذين اجترحوا السيأت أن نجعلهم كالذين امنوا وعملوا الصالحات، سواءً محياهم ومماتهم، ساء ما يحكمون" کیا جو لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو انہیں لوگوں کی طرح (بدلہ) دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اور (دونوں طرح کے لوگ) کی زندگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایک جیسی ہوگی، وہ لوگ کتنا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ (سورۂ جاثیہ: ۲۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان کر دیا کہ برائی اور گناہ کرنے والے کی دنیوی زندگی بھی اور اخروی زندگی بھی سزا اور عذاب سے تعبیر ہوگی، اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں، ایک نہ ایک دن تو بہر حال گناہ کا براوبال بھگتنا ہوگا؛ اللہ ہماری پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین!

گناہ کے بارے میں اتنی معلومات کے بعد آئیے! اب ہم اللہ سے سچی پکی توبہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اب پوری زندگی اے اللہ! تیری اطاعت میں صرف کریں گے اور گناہوں سے بچنے کی مکمل کوشش کرتے رہیں گے، اے اللہ! تو ہماری مدد فرما، ہم کمزور ہیں، نفس وشیطان، دنیا ومال اور ہر طرح کے شرور وفتن سے، چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی، ہماری حفاظت فرما، اور ہمیں اپنے حفظ وامان میں لے لے، اور دنیا وآخرت اور برزخ میں ہر طرح کے عذاب سے تو ہمیں بچالے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۱۱ر کا﴾...... لے کر عوام کو اپنی طرف راغب کیا جائے، اسی لیے یہ اپنے ابھیان کو دور دور تک لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، بتایا جاتا ہے کہ گذشتہ سال جب گئو رکشا ابھیان شروع کیا گیا تھا تو ہریانہ سے ملک کے ۲۰ رکلومیٹر تک پیدل مارچ کا منصوبہ بنایا گیا تھا جس میں مجموعی طور پر ۹۳ر ہزار ۵۸۱ رگاؤں کا دورہ کیا گیا تھا، اور ۲۹ ر ستمبر سے شروع ہونے والا یہ ابھیان مارچ کے دنوں میں آر ایس ایس کے ہیڈکواٹر پر ختم ہوا تھا، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس بڑے پیمانہ پر ابھیان چلا کر اقلیتوں کے خلاف زہر اگلا جاتا ہے، آر آر ایس اور اس کی ذیلی تنظیموں کو نہ ملک سے محبت ہے اور نہ ملک کی ترقی سے کوئی لینا دینا، اس لیے ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ کس طرح ملک کی ترقی کی راہ میں حائل ہوا جائے، اور کس طرح ملک کی سلامتی کو خطرہ میں ڈالا جائے، ضرورت اس بات کی ہے کہ جو عناصر وگروہ ملک عوام کے تئیں اس حد تک منفی سوچ رکھتے ہوں ان پر نظر رکھی جائے اور انہیں تخریبی کارروائی کرنے کا موقع نہ دیا جائے، اسی طرح مذہب کے نام پر عصبیت ونفرت پھیلانے کا بھی انہیں کوئی موقع نہ دیا جائے، یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عناصر گروہ جس قدر منظم اور مضبوط ہوں گے اتنا ہی ملک کمزور ہوگا۔

❁❁❁❁

صبر جمیل

حضرت ام سلمہ کا صبر

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

نام ہند، کنیت ام سلمہ قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں، نسب نامہ یہ ہے، ہند بنت ابی مغیرہ بن مغیرہ عبداللہ بن عمر بن مخزوم، ماں کا نام عاتکہ بنت عامر تھا، وہ خاندان فراس سے تھیں، حضرت ام سلمہ کے والد ایک دولت منداور بے حد فیاض آدمی تھے، ان کی سخاوت اور دریا دلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، بیسیوں لوگ ان کے دستر خوان پر پلتے تھے، اگر کبھی سفر کرتے تو اپنے تمام ہمراہیوں کی خوراک اور دوسری ضروریات کی کفالت ان ہی کے ذمہ ہوتی، ان فیاضیوں کی بدولت لوگوں نے انھیں زاد الراکب کا لقب دے رکھا تھا، اور تمام قبائل قریش میں نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے، حضرت ام سلمہ کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی ابوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا، وہ نہایت سلیم الطبع نوجوان تھے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کا آغاز فرمایا تو ناممکن تھا کہ ان کی پاکباز طبیعت اس سے متأثر نہ ہوتی، انہوں نے اپنے قبیلہ کی مخالفت اور دوسرے مصائب کے علی الرغم فی الفور اسلام قبول کرلیا، حضرت ام سلمہ بھی اسی زمانے میں دولت اسلام سے بہرہ ور ہوگئیں، اس طرح یہ دونوں میاں بیوی ان عظیم پاک فطرت انسانوں میں شامل ہوگئے، جنھیں ''السابقون الاولون'' بننے کا شرف حاصل ہوا، ان سعید انسانوں نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں؛ لیکن جادۂ حق سے ان کے قدم ذرہ بھر بھی نہ ڈگمگائے، جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی، کفار بھی اپنی ایذاء رسانیوں میں اضافہ کرتے جاتے تھے، اسلام کا ابتدائی دور ہے کفار مکہ مسلمانوں پر ہر قسم کے مظالم ڈھا رہے ہیں، دشمنان اسلام کی مسلمانوں پر شب وروز کی سختیوں کے باوجود فدایان اسلام کا عزم پختہ اور ارادے بلند ہیں، شمع توحید کے پروانے شب روز بڑھ رہے ہیں۔

مسلمانوں پر قریش کے مظالم بھی روز بروز بڑھتے جارہے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ کس طرح مسلمان دین حق سے منحرف ہوجائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں، یہ سخت آزمائش کا دور ہے، سرور انبیاء علیہم السلام اپنے پروانوں کو حبشہ کی ہجرت کا حکم دیتے ہیں، جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت ہے، مہاجرین کے اس قافلہ میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل ہیں، اس قافلہ میں حضرت ابوسلمہ اور ام سلمہ بھی ہیں، یہ اسلام میں پہلی ہجرت ہے، کچھ عرصہ بعد ان مہاجرین کو اطلاع ملی کہ مکہ والے مسلمان ہوگئے ہیں، اس خبر کے سننے کے بعد ان مہاجرین کی خوشی ومسرت کا عجیب عالم تھا، بہت ہی مسرت اور شادمانی سے اسلام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت گلے لگائے، خوشی خوشی مکہ معظّمہ روانہ ہوئے جب مکہ کے قریب پہنچے تو یہ اطلاع ملی کہ وہ خبر غلط تھی، چھپ چھپا کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے پھر وہی مظالم اور وہی مصائب آخر کار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ وحدہ لاشریک کے حکم سے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیدیا، ابوسلمہ نے اونٹ پر کچھ سامان لادا، بیوی اور بچے کو ساتھ لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہیں کہ ام سلمہ کے میکے والوں یعنی بنو مغیرہ کو پتہ چل گیا انہوں نے ان کو گھیر لیا اور ابوسلمہ سے کہا تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ، لیکن ہم اپنی

بیٹی کو نہیں جانے دیں گے کہ شہر شہر اور بستی بستی ماری ماری پھرتی رہے، انہوں نے اونٹ کی مہار ابوسلمہ سے چھین لی اور زبردستی ام سلمہ کو واپس لے آئے، ادھر جب ابوسلمہ کے خاندان والوں یعنی بنوعبدالاسد کو ابوسلمہ کی ہجرت اور ام سلمہ اور سلمہ کے ننہال میں موجودگی کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر ام سلمہ کے خاندان والوں سے کہا کہ آپ کی بیٹی پر تو آپ کا حق ہے، آپ اسے رکھ سکتے ہیں، لیکن سلمہ ہمارا بیٹا ہے، اس طرح وہ سلمہ کو لے کر چلتے بنے، حضرت ابوسلمہ بیوی بچے کے بغیر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور اپنی بیوی اور بیٹے کی جدائی کا داغ دل میں لئے اپنے مالک کی خوشنودی کی خاطر ثابت قدم ہیں اور مدینہ منورہ میں شب روز اپنے آقا کی خدمت میں حاضر باش۔

حضرت ام سلمہ پر غم کے بادلوں کا سایہ:

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ خاوند اور بیٹے کی جدائی کا جو صدمہ مجھ پر گزرا اسے بیان نہیں کر سکتی، میری یہ حالت تھی کہ میں روزآنہ جنگل میں نکل جاتی تھی اور ایک ٹیلے پر بیٹھ کر خوب روتی تھی، یوں ہی روتے روتے پورا ایک سال گزر گیا، ایک روز میرے چچازاد بھائی کو مجھ پر ترس آیا، تو انھوں نے میرے والد سے کہا کہ تمہیں اس مظلوم لڑکی پر ترس کیوں نہیں آتا، اسے بچے اور خاوند سے ملنے کی اجازت دے دو، اس کے کہنے پر میرے میکے والوں نے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دیدی اور میری سسرال والوں نے بھی میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا۔

حضرت ام سلمہ کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک اونٹ لیا اور اپنے بچے کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف تنہا روانہ ہوئی، راستہ میں تنعیم کے مقام پر انہیں ایک شریف النفس آدمی عثمان بن طلحہ ملے انہوں نے جب ام سلمہ کو ایک ننھے بچے کے ہمراہ تن تنہا سفر کرتے دیکھا تو دل میں آیا اے عثمان یہ شرافت سے بعید ہے کہ قریش کی یہ عورت یوں تنہا سفر کرے اور تو اس کی مدد نہ کرے، انہوں نے ام سلمہ کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور کشاں کشاں مدینہ کی طرف چل دیئے، جب کہیں پڑاؤ ہوتا تو وہ کسی درخت کی آڑ میں ہو جاتے اور چلتے وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے، غرض یوں ہی چلے چلتے وہ قبا میں پہنچے، یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ابوسلمہ قبا میں ہی مقیم ہیں، عثمان ام سلمہ کو ان کے شوہر کے پاس پہنچا کر مکہ مکرمہ واپس چلے گئے، حضرت ام سلمہ نے عثمان کی نیکی کو ہمیشہ یاد رکھا، ان کا قول تھا میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی نہیں دیکھا۔

ام سلمہ کی ملاقات اپنے بچھڑے ہوئے شوہر سے ہوئی وہ اپنی نیک سیرت بیوی اور بچہ کو پا کر خدا کا شکر بجالائے، حضرت ام سلمہ اور ان کے شوہر میں بہت زیادہ محبت اور تعلق تھا جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ام سلمہ نے ابوسلمہ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مرد وعورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی، اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو ملے گی، اس لیے ہم اور تم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے دوسرا نکاح نہ کرے، ابوسلمہ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لوگی، ام سلمہ نے کہا کہ میں تو اسی واسطے مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں حضرت ام سلمہ اپنی محبت کا تقاضہ بیان کر چکی ہیں؛ لیکن حضرت ابوسلمہ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا اگر میں آپ کی زندگی میں مر جاؤں تو آپ ضرور نکاح کریں اور ساتھ ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے خداوند کریم میرے مرنے کے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا کرنا۔

غزوۂ بدر میں حضرت ابوسلمہ بڑی بے جگری سے لڑے اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور نہایت پامردی سے داد شجاعت دی، ان کا ایک بازو ایک زہریلے تیر سے زخمی ہو گیا، علاج سے وقتی طور پر صحت یاب ہو گئے؛ لیکن چند ماہ بعد یہ زخم پھر ہرا ہو گیا اور اسی کی تکلیف سے جام شہادت نوش کیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوسلمہ کی وفات کی خبر ملی تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے گھر تشریف لے گئے، اور ام سلمہ کو

صبر کی تلقین فرمائی، حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا" بیشک ہم اللہ تعالی ہی کے لیے ہیں اور اللہ تعالی ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ مجھے میری مصیبت میں ثواب عطا فرمائیے، اور جو چیز آپ نے مجھ سے لے لی ہے، اس سے بہتر چیز عطا فرمائیے، تو اللہ تعالی اس کو اس مصیبت میں ثواب عطا فرماتے ہیں، اور اس کو فوت شدہ چیز کے بدلے میں اس سے اچھی چیز عنایت فرما دیتے ہیں، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے اسی طرح دعا کی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کا حکم دیا تھا، حضرت ام سلمہ سوچا کرتی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے، اللہ رب العزت نے ابوسلمہ اور ام سلمہ کی دعائیں قبول فرمائیں اور ام سلمہ کو ابوسلمہ سے بہت بہتر شوہر عنایت فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کی کسمپرسی سے بہت متاثر تھے، ابوسلمہ اور ام سلمہ نے راہ حق میں جو تکالیف اور مصیبتیں اٹھائی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بے حد احساس تھا، چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کی معرفت ام سلمہ کو نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت ام سلمہ نے قبول کرلیا اور شوال سن ۴ ہجری میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صلب مبارک سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، چار بچے، دولڑکے اور دولڑکیاں ابوسلمہ سے تھے:

(۱) سلمہ (۲) عمر (۳) زینب (۴) درہ (بروایت دیگر رقیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد بھی انہوں نے اپنے پہلے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت شفقت اور توجہ سے کی، ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا؟ فرمایا ہاں۔

حضرت ام سلمہ کی حضرت ابو لبابہ انصاری کو قبولیت توبہ کی خوشخبری:

مدینہ کے یہود بنوقریظہ نے مسلمانوں سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے جان ومال اور مذہب میں امن وآشتی رکھیں گے؛ لیکن بنوقریظہ نے غزوہ احد کے موقع پر پوشیدہ طور پر اور غزوہ خندق میں اعلانیہ غداری کی اور مشرکین کی کھل کر مدد کی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے فارغ ہوکر ان غداروں کو سبق سکھانے کا ارادہ فرمایا، حضرت ابولبابہ کے بنوقریظہ سے اچھے مراسم تھے جب وہ بنوقریظہ کے قلعہ میں گئے تو یہودیوں نے پوچھا اب ان کا کیا انجام ہوگا، حضرت ابولبابہ نے گردن پر انگلی کے اشارہ سے بتایا کہ اب تم سب قتل کر دئے جاؤ گے، بعد میں انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ایک جنگی راز کا افشاء کر کے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں، خود مسجد نبوی کے ایک ستون سے زنجیر سے بندھوالیا، کھانا پینا ترک کر دیا، بارگاہ الہی میں گڑگڑاتے اور عفو ورحم کی دعا کرتے تھے، غرض رحمت الہی جوش میں آئی، سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے مکان میں تھے، وحی کا نزول ہوا آپ نے فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، حضرت ام سلمہ کو بے حد مسرت ہوئی، عرض کیا یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو ابولبابہ کو خوشخبری سنادوں فرمایا ہاں! اگر چاہو، حضرت ام سلمہ اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر پکاریں، ابولبابہ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔ (سیر صحابہ جلد اول صفحہ ۲۴۲)

آیات توبہ کا نزول:

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات حضرت ام سلمہ کے حجرہ میں تھے، سورہ توبہ کی آیت ۱۱۷ "لقد تاب اللّٰہ الخ" اور ۱۱۸ "وعلی الثلٰثۃ الذین خلفوا" نازل ہوئی جو حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ، حضرت مرارہ بن ربیع کی قبولیت توبہ کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔

آیت تطہیر کا نزول:

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر تھے کہ

آیت تطہیر "انما یراللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت" کا نزول ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، ان پر اپنی چادر مبارک ڈالدی اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہے، حضرت ام سلمہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں؟ فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلی، انشاءاللہ ہاں اگر خدا نے چاہا۔

موئے مبارک سے شفاء:

حضرت ام سلمہ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تبرکا چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ رکھے تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ میں سے کسی کو تکلیف ہوتی تو وہ ایک پیالہ پانی سے بھر کر ان کے پاس لاتے وہ موئے مبارک نکال کر اس پانی میں حرکت دے دیتیں، اس کی برکت سے تکلیف دور ہو جاتی۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہمارا ذکر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن کر منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی :"ان المسلمین و المسلمات و المومنین و المومنات" علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ سن ۱۱ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو حضرت ام سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر گیری کے لیے اکثر حضرت عائشہ کے حجرے میں جاتی تھیں، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت علیل دیکھا تو ان کی چیخ نکل گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مصیبت میں چیخنا مسلمانوں کے لیے مناسب نہیں۔

خواب میں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

مسند احمد بن حنبلؒ میں روایت ہے کہ جس دن امام حسین نے اپنے عظیم المرتبت رفقاء کے ساتھ دشت کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا، حضرت ام سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہیں اور بہت غمزدہ ہیں، حضرت ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین کے مقتل سے آ رہا ہوں، حضرت ام سلمہ کی آنکھ کھل گئی، بے اختیار رونے لگیں، اور بلند آواز سے فرمایا عراقیوں نے حسین کو قتل کر دیا، خدا انھیں قتل کرے، انہوں نے حسین سے دغا کی، خدا ان پر لعنت کرے۔

حضرت ام سلمہ کی سخاوت:

حضرت ام سلمہ اپنے باپ کی مانند بے حد سخی تھیں، دوسروں کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھیں، ناممکن تھا کہ کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ چلا جائے، ایک مرتبہ چند مساکین جن میں عورتیں بھی تھیں، ان کے گھر آئے اور آ کر جم گئے، سر ہو گئے، ام المساکین ان کے پاس بیٹھی تھیں، انہوں نے کہا چلو یہاں سے لمبے بنو، حضرت ام سلمہ بولیں ہم کو یہ حکم نہیں، اری چھوکری سب کو کچھ کچھ دیدے، چاہے ایک ایک چھوہارہ ہی ہو۔

حضرت ام سلمہ سے مروی احادیث:

حضرت ام سلمہ سے ۳۷۸/حدیثیں مروی ہیں، فضل وکمال میں حضرت عائشہ کے بعد ان ہی کا درجہ مانا جاتا ہے، قرآن کی قرأت نہایت عمدہ طریقہ سے کرتی تھیں اور ان کی قرأت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے مشابہت رکھتی تھی، اللہ تعالی نے انہیں خوبروئی، علم، ذہانت اور اصابت رائے کی نعمتوں میں سے کافی حصہ دیا تھا۔

وفات حضرت ام سلمہ نے ۶۳ھ میں ۸۲/سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئیں۔

"اللّٰھم صلی علی محمدالنبی الامی وازواجه امھات المومنین وذریته واھل بیته کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید"

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: نیل کا مسافر
تالیف: اختر حسین عزمی
صفحات: ۱۷۶/ قیمت: ۱۰۰/روپے
ناشر: معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل، کرناٹک

زیر تبصرہ کتاب دراصل تحریک اخوان کے بانی مبانی امام حسن البناء شہیدؒ کے حالات اوران کی دعوتی سرگرمیوں اوران کی زندگی کے نشیب وفراز اورکارناموں پر کتاب ہی نہیں بلکہ ایمان افروز داستاں کا ایک حسین وخوبصورت شاہکار ہے، جوناولانہ انداز پر لکھی گئی ہے، مصنف کتاب جناب اختر حسین عزمی صاحب نے عنوان اور موضوع کو تو بہت ہی اہم اور خار دار اختیار کیا، مگر یہ ان کا کمال کہئے یا ان کے قلم کا جادو، یا پھر محض کرشمہ خداوندی کہ جیسے خود امام کی زندگی مستقل ایک معجزہ یا کرشمہ ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب بھی اسلامی تاریخی ناول کی حیثیت سے الفاظ کے روپ میں ایک خوبصورت تخلیق یا کرشمہ ہے اور خوبصورت اور دل پذیر بھی اتنا کہ ایک مرتبہ اگر اس کو پڑھنا شروع کردیا، تو بالیقین اگر فرائض خداوندی اور بشری تقاضے حائل نہ ہوں تو قاری کا دل کتاب کو مکمل کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

امام حسن البناء نے صرف ۲۲/سال کی عمر میں مارچ ۱۹۲۸ء کو اخوان جیسی عظیم الشان تحریک کو قائم کیا، جو اس وقت عالم اسلام کی سب سے بڑی تحریک شمار کی جاتی ہے، اور امام کی شہادت صرف ۴۳/سال کی عمر میں فروری ۱۹۴۹ء ہوئی، امام کی زندگی میں نوجوانوں کے لیے دعوت وعزیمت، صبرو استقامت، جوانمردی وعلو ہمت، جذبہ جہاد وشوق آخرت کے بڑے نمونے موجود ہیں۔

''زندگی کی حقیقت تو صرف چند سطور میں بیان ہوسکتی ہے، پھر اتنی کتابیں کیوں ......؟''بہت سال پہلے یہ سوال پاؤلوکوئیلو نے اٹھایا، اور خود ہی اس کا جواب بھی دے ڈالا'' ...... تاکہ ہم ان سطور کو سمجھنے کے قابل ہوسکیں''، اختر حسین عزمی کا یہ ناول بھی اسی ذیل میں آتا ہے، وادی نیل اور اس کے مسافر کی یہ داستاں جہاں بہت سے لوگوں کے علم میں نہیں ہے، وہاں ایک دنیا ہے جو اس کی محبت دل میں لئے گھومتی ہے، یہ ناول اس محبت کا بیان ہے: ؎

جو بھی ہے محبت کا پھیلاؤ ہے

اختر حسین عزمی نے ''نیل کا مسافر'' میں ہمیں ایک ایسے مہربان، شفیق اور درد دل رکھنے والے ہیرو سے ملوایا ہے جس کا سایہ بھی ایک ایسا گھنا اور خوشبودار ہے، کہ نصف صدی کے بعد بھی وہاں بیٹھنے اور اسے پیار کرنے والوں میں کمی نہیں آئی۔

مصنف کتاب اس ناول کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ ''میری یہ خواہش تھی کہ بچوں اور نوجوانوں کے اصلاحی جذبے کو ایک ایسا رخ دکھایا جائے کہ ان کے جذبہ ایمانی کی آبیاری کے ساتھ ساتھ ان میں دعوت واصلاح کا وہ اسلوب بھی متعارف ہو، جو فطری بھی ہو اور اسلام کے مجموعی مزاج سے ہم آہنگ بھی، جس میں ایک سچے داعی کا سوز دروں بھی جھلکتا ہو اور صبر وحکمت کا اظہار بھی، ایک مخلص مبلغ کے لہجے کی شیرینی اور حلاوت سے معمور بھی ہو، اور جہاد وشہادت کے جذبات کا آئینہ دار بھی، اس لیے کہ:

ع عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

سرزمین مصر کی اخوان المسلمون کے بانی ومرشد شیخ حسن البناء شہید (۱۹۰۴-۱۹۴۹ء) کی زندگی میرے نزدیک ایک ایسے فرد کی زندگی ہے جس کے بچپن اور جوانی کا ایک ایک لمحہ خدا کے دین کے غلبے کی جدوجہد سے عبارت ہے، ان کی زندگی کے سچے واقعات فسانے سے زیادہ دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔

ان محرکات نے مجھے نوجوانوں کے لیے ''نیل کا مسافر'' لکھنے پر آمادہ کیا، کتاب کے مضامین پر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے:

عرض ناشر، داستان عزیمت، ایک نیا مجسمہ، حدیث دل، ہونہار بروا،

شاہین بچے، رہ ورسم شاہبازی، بستی سے دور، ایمان کی چنگاری، یادوں کی بہار، نو وارد، ذرانم ہوتو، مکتب کی کرامت، پھول اور کانٹے، کردار کی گواہی، انداز خسروانہ، کارواں بنتا گیا، تندئ باد مخالف، زش، ہتھکنڈے، خدائی فیصلہ، ولولہ تازہ، تازہ ہوا کا جھونکا، بادِسموم، ایثار، شہادت گہِ الفت، غروب آفتاب، پھر ایک کارواں لٹا۔

بھٹکل میں امام حسن البناء شہید کے نام پر قائم معہد امام حسن البناء شہید کے ناظم مولانا ناصر اکرمی نے امام حسن البناء سے اپنی عقیدت وتعلق کی بنا پر پاکستان سے شائع شدہ اس کتاب کو اپنے ادارے سے شائع کر کے امام کو بہترین خراج عقیدت پیش کیا ہے، اور نوجوان نسل اور طلبہ وطالبات پر بڑا احسان کیا ہے، امید ہے کہ شائقین اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے فائدہ اٹھائیں گے۔

نام کتاب: مرغوب الفتاوی (تین جلدیں)

افادات: حضرت مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری (مفتی اعظم برما)

ترتیب وتحقیق: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

نبیرۂ حضرت مفتی صاحب حال مقیم ڈیوز بری برطانیہ

ناشر: جامعۃ القراءات کفلیۃ سورت، گجرات

زیر تبصرہ کتاب ''مرغوب الفتاوی'' ۳/جلدیں مفتی اعظم برما جناب حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ کے فتاوی کا بہترین مجموعہ ہے جو فتاوی مختلف رجسٹروں میں بکھرے ہوئے تھے، صاحب فتاوی کے نبیرۂ محترم جناب حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری مقیم برطانیہ نے ''نام نیک رفتگاں ضائع مکن'' پر عمل کیا اور تمام رجسٹروں سے ان مسائل کو تلاش کر کے فقہی ترتیب پر مرتب کیا اور ابواب قائم کئے، اور حاشیہ میں قرآنی آیات اور احادیث کے حوالہ جات لکھ کر تخریج بھی فرمائی، اس طرح ان فتاوی سے استفادہ آسان ہوگیا، پہلی جلد ۵۰۸/صفات پر مشتمل ہے، شروع میں فقہ وفتاوی سے متعلق ایک تفصیلی مقدمہ بھی مرتب فرمایا جس میں اہم فقہی بحثیں آگئی ہیں، اس کے بعد صاحب فتاوی کا بھی قدرے تفصیلی تذکرہ تحریر کیا ہے، اس کے بعد کتاب الایمان والعقائد، باب القدر، باب ردالبدعات، کتاب العلم، باب السیر والمناقب، مایتعلق بالتفسیر، مایتعلق بالحدیث وغیرہ کے تحت تفصیلی فتاوی ہیں۔

دوسری جلد میں ۴۹۹/صفحات ہیں، جس میں کتاب الطہارۃ، باب الغسل، باب الحیض والنفاس، باب الوضوء، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، باب صفۃ الصلاۃ، باب القراءۃ والتجوید، فصل فی الدعاء بعد الصلاۃ، مفسدات الصلاۃ والمکرّوہات، باب الجماعۃ وتسویۃ الصفوف، باب المسبوق، باب الامامۃ، باب الوتر والنوافل، باب التراویح وغیرہ سے متعلق مسائل وفتاوی ہیں۔

تیسری جلد ۴۸۶/صفحات پر مشتمل ہے، جس میں باب قضاء الفوائت، باب سجود السہو، باب سجود التلاوۃ، باب صلاۃ المسافر، باب صفۃ المریض، باب الجمعۃ والعیدین، فصل فی العید، کتاب الجنائز، باب فی الغسل والکفن، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطرۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف۔

ماشاءاللہ مرتب محترم نے یہ اچھا کام کیا ہے، جس پر وہ قابل مبارک باد ہیں، کہ انہوں نے فقہ کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر زیادہ قابل استفادہ بنادیا، اور اپنے دادا کے باقیات الصالحات میں اچھا اضافہ فرمادیا، مزید اس فتاوی پر اکابر علماء کی تصدیقات وتقریظات بھی اس کی اہمیت وافادیت کو چار چاند لگا رہی ہیں، حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، مفتی احمد خانپوری، مفتی خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی اکرام الحق صاحب نے فتاوی کی تصدیق وتائید کی ہے، اللہ تعالی صاحب فتاوی کو غریق رحمت کرے، مرتب محترم اور جن حضرات نے اس کی طباعت واشاعت میں حصہ لیا ہے، اللہ تعالی سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی سرخروی نصیب فرمائے۔

(نوٹ) کتاب پر قیمت درج نہیں ہے، جامعۃ القراءات کفلیۃ سورت جرات سے منگائی جاسکتی ہے)

not found.

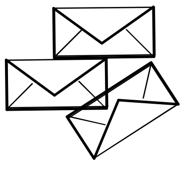

مراسلات

Markazulhyail FikrilIslami,Muzaffarabad,Saharanpur(u.p)

جناب مولوی محمد مسعود

سلام مسنون!

بندہ عافیت سے ہے۔

مدت ہوئے آپ کی خدمت میں حضرت مولانا رابع صاحب کے توسط سے ایک درخواست شاہ عبدالرحیم صاحب پیران پیر کی سوانح لکھنے کی درخواست کی گئی تھی، جس کو آپ نے قبول فرمایا تھا؛ لیکن مدت گذرنے کے باوجود اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا، کہ اس کا خاکہ بنا کر آپ نے کام شروع کیا یا نہیں، اگر خدانخواستہ نہ بنایا ہوتو پہلی فرصت میں یکسوئی سے اس کام کی تکمیل فرمائیں، امید ہے کہ یہ لکھنا کافی اور وافی ہوگا، اس کے جواب کے لیے مستقل پانچ روپیہ کا لفافہ ارسال ہے، اگر اس کا جواب نہ آیا تو حضرت مولانا رابع صاحب کو خط لکھ کر یا فون کر کے آپ سے تقاضہ کیا جائے گا، امید ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی، آپ کا تو آنا جانا جب ہی ہوتا ہے جب ندوہ کے اکابر یا اصاغر میں سے کوئی آوے۔

فقط والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی، سہارنپور

۱۳ر جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

مکرمی ومحترمی جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

افادۂ عام کے لیے آپ اپنے مقبول ترین رسالہ میں حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی دامت برکاتہم صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن کے مضامین ومقالات کو نمایاں طور پر شائع فرماتے رہتے ہیں، آپ کے مؤقر رسالہ کے حوالے سے بڑی تعداد میں قارئین کے تاثرات بھی اکثر موصول ہوتے رہتے ہیں، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے رسالہ وتعلیمی ادارہ کو خوب ترقی سے سرفراز فرمائے۔آمین

حضرت مولانا کانگریس پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے لوک سبھا میں آپ حضرات کی نیک خواہشات اور دعاؤں کی برکت سے کامیابی ملنے کے بعد حکومت کی جانب سے رہائش کی بھی سہولت ملی ہے، اطلاعاً عرض یہ ہے کہ ایم پی والی رہائش گاہ پر بھی خط وکتابت یا اگر گنجائش ہوتو رسالہ بھی ارسال فرماسکتے ہیں، جہاں مختلف حلقوں سے آنے والے حضرات کو بھی استفادہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے، حضرت مولانا کی جانب سے سبھی ذمہ داران ومتعلقین کی خدمت میں سلام عرض ہے اور دعا کی درخواست ہے۔

نوشیر احمد کلکتوی

سکریٹری: آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

بخدمت جناب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
ایڈیٹر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

ہم نے ایک دوست کی وساطت سے آپ کا مؤقر جریدہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' ملاحظہ کیا، اس کی تحریریں ماشاء اللہ بہت اچھی اور معیاری ہیں، ہم ایک لائبریری چلارہے ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ لائبریری کے لیے ایک عدد رسالہ اعزازی طور پر جاری فرماکر عنداللہ ماجور ہوں، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔والسلام

نیازمند

محمد امجد حسین، قاسور، پاکستان

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضل اللہ تعالی بندہ بخیر وعافیت ہے اور طرفین کے لیے دارین میں عافیت وسعادت کا امیدوار ہے۔

بعدہ! خدمت گرامی میں عرض یہ کہ جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نوشتہ فتاوی کا مجموعہ جواب تک گنجینۂ مکنونہ تھا، برادر معظم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ حال مقیم ڈیوزبری نے جد مرحوم کے اس موروثہ صدقہ جاریہ کو عوام تک پہنچانے کے لئے ضروری تحقیق وترتیب کے بعد طبع کا بیڑہ اٹھایا، جوالحمدللہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکا ہے، جسے بندہ آنجناب کی خدمت میں برائے تبصرہ ارسال کرتا ہے، اس امید پر کہ جناب والا اپنے موقر رسالہ ''نقوش اسلام'' میں اس پر تبصرہ فرمائیں گے۔

فقط والسلام مع الاحترام

احقر رشید احمد لاجپور (گجرات)

پیغام

مکتوب حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ

خلف الصدق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ

مکرمان ومحترمان وبہی خواہان مدارس ومکاتیب ومشائخ سلسلہ حضرت تھانوی وحضرت مدنی وحضرت شاہ عبدالقادر وحضرت شیخ نوراللہ مرقدہم اوران کے خلفاء اوران کے خلفاء کے خلفاء وممبران دارالعلوم دیوبند وسرپرستان مدرسہ مظاہر علوم ومہتمان مدرسہ ونظماء مدارس:

جناب مولانا محمد مسعود صاحب عزیزی ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ باعافیت ہے، امید ہے کہ آپ باعافیت ہوں گے، مدارس ومکاتب کے عملہ کے سدھار کی بھی ضرورت ہے اور طلباء کے بھی اور علاقہ کے مسلمانوں کے گھرانوں کے سدھار کی بھی ضرورت ہے، کسانوں مصالحہ والوں اور کپڑوں والوں کی خصوصاً عمومی تاجروں کی عموماً سدھار کی ضرورت ہے، آج کا کسان اور تاجر زکوۃ روک رہا ہے، اور سود لے کر کھیتی اور گنا تیار کررہا ہے، تبلیغ والے، خانقاہ والے سب وہی سود والا غلہ اور سود والی شکر کھاتے ہیں، ان تاجروں کو سمجھا کر زکوۃ کا اہتمام کرائیں، سود سے بچنے کی تاکید کریں، سرکار نئی نئی تدبیروں سے سود بانٹ رہی ہے، ان کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے کاروبار میں سود لگوادو تو اس کا بھٹہ بیٹھ جائے گا اور اپنا فائدہ ہوجائے گا، میں اوپر کے حضرات کے توسط سے سبھی امت سے درخواست کرتا ہوں کہ زکوۃ دیکر مال کو پاک کرے اور سود سے بچ کر کاروبار چاہے کھیتی ہو، چاہے گنا ہو، مصالحہ کا کاروبار ہو تمام حلال طریقہ پر مہیا ہو، ہماری دعاؤں میں جان پڑے، اور ظالموں اور جابروں سے نجات حاصل ہو، مدرسوں میں اس کی شایان شان عملہ نہیں، وہاں بھی سدھار لانے کی ضرورت ہے، داڑھی کٹی ہوئی، انگریزی لباس، انگریزی بال، ایسا عملہ مدرسہ کے شایان شان نہیں، داخلہ کے وقت طلباء کی بہت چھان بین ہوتی ہے، وضع قطع بھی دیکھی جاتی ہے، لباس پر بھی نظر ہوتی ہے اور داخلہ کے بعد کوئی نگرانی نہیں، وضع قطع بھی بگڑ جاتی ہے، انگریزی بال ہوتے ہیں، داڑھی متأثر ہوجاتی ہے، ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں، اوپر والے حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ سبھی حضرات اپنے مدرسوں پر کڑی نظر رکھیں تاکہ طلباء صحیح تیار ہوکر، صحیح عالم بن کر، امت کا مقتدا بن سکیں اور طلباء میں دروازہ بند ہوجانے کے بعد، نگراں کے جانے کے بعد، غلط کتابوں کا مطالعہ ہوتا ہے، جوان کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اور اس وقت نگراں کا وقت بھی نہیں ہوتا، نظماء کا بھی آرام کا وقت ہوتا ہے، اس کا کوئی حل کرنا چاہیئے، تبلیغ ہو، تعلیم ہو، تذکیر ہو، ہر وقت نگراں نہیں ہوگا، ہم سب خود اپنے اوقات کو ضائع کرنے سے بچائیں، اللہ تعالی مجھے اور احباب واکابر کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد طلحہ کاندھلوی

۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ بروز جمعہ